

## نیت کی خرابی

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وَجْهَهُ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ ابْنِ عَمْرٍ .

”کعب بن مالک فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس لیے علم سیکھے تاکہ علماء پر فخر کرے اور بیوقوف لوگوں سے جھگڑے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف پھیرے۔ اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔“

اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے ابن عمر سے۔

## دین کے بنیادی اصول ۳۰

آپ ﷺ نے یہ حکم متعدد مرتبہ دیا، جب آپ ﷺ کی بعض بیویوں نے پہلے عائشہ رضی اللہ عنہا پھر حفصہ نے کہا: آپ عمر کو حکم دیں تو بہتر ہو! تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکر کو حکم دو! وہ لوگوں نماز پڑھائیں، آپ تو یوسف والی عورتوں جیسی ہو۔“ پھر ابوبکر نے لوگوں کو آپ ﷺ کی بیماری کے دنوں میں نماز پڑھائی، یہ معاملہ اسی طرح برقرار رہا۔

پھر جب آپ ﷺ فوت ہو گئے، تو صحابہ نے آپ کی بیعت پر اسی طرح اتفاق کیا جیسے آپ کے امام اور خلیفہ ہونے پر کیا تھا، اور کہا: ہم اپنی دنیا کے لیے اس پر راضی ہیں جس پر ہمارے دین کے لیے نبی ﷺ خوش تھے، یعنی جب آپ ﷺ نے انہیں نماز کے لیے نائب مقرر کیا ہے تو وہی باقی امور حکومت میں نائب ہونے کے زیادہ حق دار ہیں، لہذا صحابہ کرام نے ان پر بغیر اختلاف کے اتفاق کیا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں بے شمار احادیث منقول ہیں، امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فضائل الصحابہ میں اکثر احادیث ذکر کی ہیں، اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں عمر، عثمان اور علی کی فضیلت کے متعلق احادیث بھی بیان کی ہیں۔

اہل السنۃ تمام صحابہ سے خوش ہیں، ان کا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام اس امت میں سب سے افضل ہیں، اور یہ امت باقی تمام امتوں میں سب سے افضل ہے۔ تمام زمانوں میں سب سے افضل زمانہ وہ ہے جس میں نبی اکرم ﷺ مبعوث ہوئے، ان میں سب سے افضل صحابہ کرام ہیں، اور تمام صحابہ میں سے چاروں خلفاء افضل ہیں، جب کہ ان میں ابوبکر سب سے افضل ہیں، سو ابوبکر نبی ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل ترین شخص ہوئے۔ سلف صالحین اور اہل السنۃ کے آئمہ کا اس پر اتفاق ہے۔ اسی سلسلے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے ہیں: ”آپ ﷺ کی زندگی میں ہم کہا کرتے تھے: ابوبکر، پھر عمر پھر عثمان۔ یہ بات نبی ﷺ تک پہنچتی مگر آپ اس پر اعتراض نہ کرتے۔“ یعنی آپ ﷺ اس ترتیب کا انکار نہیں کرتے تھے، کیوں کہ ان کی فضیلت اسی ترتیب سے ہے۔

علی رضی اللہ عنہ سے بتواتر منقول ہے کہ آپ خطبہ دیتے ہوئے کہتے: ”اس امت میں نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکر، پھر عمر ہیں۔“ علی رضی اللہ عنہ سے متعدد اسناد سے یہ مشہور ہے۔ لیکن رافضی بہت جھوٹے ہیں، یہ علی رضی اللہ عنہ کی ایسی کوئی بات جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو قبول نہیں کرتے، حالاں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ولی تھے اور سچے تھے۔ لیکن جب علی رضی اللہ عنہ ان کے عقائد کے خلاف کوئی بات کریں تو اس واضح دلیل کو رد کر دیتے ہیں حالاں کہ یہ انہی کا فرمان ہے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے زندگی کے آخری وقت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے منصب پر فائز کیا، صحابہ کرام نے اسے قبول کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی، اس بیعت پر سب کا اجماع تھا، اس طرح آپ دوسرے خلیفہ قرار پائے، عمر رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہیں صحابہ کرام نے امیر المومنین کے لقب سے بلایا، آپ کی خلافت دس سال قائم رہی حتیٰ کہ آپ کو ابولؤلؤ مجوسی نے قتل کر دیا، حالت یہ تھی گویا نبی ﷺ کی وفات کے بعد اس قتل سے بڑی کوئی مصیبت مسلمانوں کو نہ پہنچی تھی۔ عمر رضی اللہ عنہ اس مدت میں خلافت کے اس عہدے پر مضبوط و قائم رہے، امت کے درمیان عدل و انصاف کیا، اور نے بہت عمدہ طریقے سے اپنی زندگی مکمل کی۔

# فہرست

1	نیت کی خرابی	جواہر پارے
2	دین کے بنیادی اصول (۳۰)	کلمہ طیبہ
4	یہ وقت دعا ہے	اداریہ
6	تفسیر سورۃ قّ..... (۴)	درس قرآن
10	توفیق الباری	درس حدیث
12	احادیث فضیلت شب براءت اور امام البانی (۴)	تحقیق و تنقید
17	زیارت قبور کے متعلق شبہات کا ازالہ (۲)	تحقیق و تنقید
24	کتاب اور ستم ظریف عناصر (۲)	نقطہ نظر
28	روایت ہلال کی شرعی حیثیت	احکام و مسائل
30	موسیقی، رقص و سرود اور ناچ گانے کی شرعی حیثیت (۲)	تحقیق و تنقید
32	شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی حکمرانی کی پانچ سال	
35	بوئے	شعر و ادب
	(ترجمہ: ابو بکر ظفر)	
	(حافظ احمد شاکر)	
	(مولانا ارشد الحق اثری)	
	(حافظ محمد اشرف سعید)	
	(محمد ضعیب احمد)	
	(ابو تقی مولانا حفیظ الرحمن لکھوی)	
	(پروفیسر محمد بشیر متین فطرت)	
	(عبدالرحیم بلتستانی)	
	(حافظ عثمان فاروقی)	
	(عبدالملک مجاہد)	
	(راخ عرفانی)	

## یہ وقتِ دعا ہے

حافظ احمد شاکر

اداریہ

”کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک بار یا دو بار بلا میں پھنسا دیئے جاتے ہیں پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت کھڑے ہیں۔“ [القرآن: ۱۲۶، ۹]

ہفتہ رفتہ وطن عزیز ایک ایسے ناگہانی حادثے سے دوچار ہو گیا جس کی یاد متاثر ترین کو عمر بھر لاتی اور قارئین و ناظرین کو برسوں تڑپاتی رہے گی اور وہ ہے ایریلو کی کراچی سے اسلام آباد کے لیے روانہ ہونے والی پرواز نمبر ۲۰۲ کا حادثہ جس میں کم و بیش مسافروں اور عملے سمیت ۱۵۹ افراد میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکا انسا للہ وانا الیہ راجعون۔

وطن عزیز میں اس انداز کا پہلا حادثہ برسوں پہلے گھمبٹ اسٹیشن پر ہوا تھا جس میں اسٹیشن پر کھڑی غالباً تیز گام سے دوسری ٹرین ٹکرائی تھی جس میں بیسیوں افراد لقمہ اجل بن گئے تھے۔ اس کے بعد پی آئی اے کی قاہرہ (مصر) کے لیے افتتاحی پرواز حادثہ کا شکار ہوئی جس سے ملک کے بیسیوں مایہ ناز اخبار نویسوں کو موت کے آہنی پنجے نے دبوچ لیا تھا اس کے بعد بھی بعض ریل اور بعض فضائی حادثے ہوتے رہے۔ اب اس تازہ حادثے نے سابقہ حوادث کی خبر رکھنے والوں کے سارے زخم تازہ کر دیے۔ اب اخبارات، ٹی وی چینلز کے تجزیہ نگار اور کالم نویس اس کی وجوہات تلاش کرنے کی رایگاں سعی کر رہے ہیں جب کہ ہمارے حکمران خصوصاً وزارت داخلہ اس کے تخریب کاری سے ڈانڈے ملانے میں کوشاں ہے لیکن ابھی اس کے ہاتھ کوئی سرانہیں آ رہا۔ جب کہ فضائی سفر کے ایک ماہر کا ایک دن یہ بیان بھی شائع ہوا تھا کہ حکومت نے دہشت گردی کے خوف سے کچھ فضائی راستوں میں بھی تبدیلی کی ہے تاہم جتنے مونہہ اتنی باتیں اس میں جن کے پیارے بچھڑ گئے وہ تو واپس آنے سے رہے اس انداز کی مویشگانوں سے ان کے زخم مندیل تو کیا ہوں گے زخم تازہ رہنے کا امکان زیادہ ہے جو بہر صورت تکلیف دہ ہے اس ناگہانی صدمے کی بازگشت ابھی فضا میں تھی کہ اولاً پشاور کے علاقہ میں سیلاب کی تباہ کاریوں اور سینکڑوں ہلاکتوں کی خبریں آنے لگیں پھر ساتھ ہی پنجاب سے گزرنے والے دریاؤں نے پھر نا اور ابلنا شروع کر دیا اب کوٹ ادو کے علاقے میں بند ٹوٹ جانے سے اہل علاقہ پر ایک قیامت گز گئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شروع میں ذکر کی گئی آیت میں ایک دو مرتبہ بلا میں پھنسنے کا ذکر کیا گیا ہے ہم اگر شمار کریں تو نہ جانے کتنی مرتبہ بلاؤں میں ہم پھنس جاتے ہیں لیکن ہم آیت کریمہ کے مطابق نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی ہم کوئی نصیحت کھڑے ہیں۔

ہم رب قادر و قدیر، قابل التوب اور غافر الذنوب سے اس قدر اور..... خاکم بدین..... اس سے اس قدر تعلق ہو گئے ہیں کہ ہم بلاؤں میں پھنس کر بھی اس کے ظاہری اور دنیاوی اسباب تلاش کرتے ہیں کائنات کے خالق و مالک اللہ جل شانہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہم اپنی نافرمانیوں کو نہیں دیکھتے ہم اپنے صغائر و کبائر کی طرف دھیان نہیں کرتے ہم اس کے انعامات و احسانات کو یاد نہیں کرتے ان کا شکر بجا نہیں لاتے ہم اس کی طرف من حیث القوم جھکنا کیا دھیان ہی نہیں کرتے (حکومتی پالیسیوں کے باعث) ہم کتنے بے گناہوں کو خون میں نہلا رہے ہیں، ہم ظلم کرنے میں دریغ نہیں کرتے خیانت کو حتی المقدور ہر حاکم سیاستدان صلاحیت کے طور پر اور الناس علمی دین ملوکہم کے مطابق کرتے ہیں، خیانت و خائن کو بچاتے، اس کے لیے دلائل تراشتے اور پھر اس پر اترتے ہیں۔ حدیث کے مطابق اگر کسی انسان سے ایک خون ناحق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے خیر کی توفیق سلب کر لیتا ہے ہماری ماضی و حال کی حکومتوں نے کتنے خون ناحق کیے، الامان والحفیظ! ہماری درخواست ہے کہ حوادث کے شکار مرحومین کے لیے دعاۓ مغفرت کا اہتمام ہر مسلمان کو کرنا چاہیے لیکن اصل بات من حیث القوم ہمیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دور کرنے اور اس سے اجتماعی توبہ کرنے اور دعا و التجا اور وطن عزیز کے استحکام اور اس پر رحم کی درخواست کرتے ہوئے اس کے حضور سجدہ ریز ہو کر دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

تاہم ان حالات میں ایک حیران کن یا خوش کن امر یہ ہے کہ اب تک ہمارے وزیر داخلہ صاحب نے فضائی حادثے یا سیلاب کی ذمہ داری نہ طالبان پر ڈالی ہے اور نہ ہی طالبان یا القاعدہ نے قبول کی ہے ہماری وزارت داخلہ کے بزرگ جہر شاید کہیں سے کوئی دور کی کوڑی لے ہی آئیں کہ ان سے کچھ بعید نہیں ہر چیز ممکن ہے۔

## اپنی بیٹا:

دارالدعوة السلفیہ کے بانی اور وفات روزہ الاعتصام کے مؤسس مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کو جاننے والے اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ وہ اپنی نئی زندگی کتنی سادہ محتاط اور کم از کم سہولتوں سے گزارنے کے عادی تھے گردش حالات سے جب الاعتصام کی اشاعت کا بار دوبارہ ان کے کندھوں پر آن پڑا تو انہوں نے اس کو اسی انداز سے جاری رکھا جس قدر وہ نبھاہ سکتے تھے جس میں ان کے ہم خیال، عقیدت مند اور رفقاء نے ان سے بھرپور اور ہمیشہ تعاون شامل رکھا۔ مقامی احباب کے مالی تعاون کے علاوہ احباب جماعت سے رابطہ رکھنے کی خدمت مولانا محمد سلیمان انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دی جس نے بلاشبہ الاعتصام کی بقا کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا کام دیا اور اب جو احباب تعاون فرماتے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں بھی مرحوم مولانا انصاری کی محنت کا فرما ہے جو ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

جیسا کہ اس سے پہلے کئی بار عرض کیا جا چکا ہے کہ دارالدعوة السلفیہ کا اہم شعبہ اس کی وہ اہم لائبریری ہے جس کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا عمر بھر کا اثاثہ ایک نادر روزگار کتب خانہ وقف فرما کر قائم کیا تھا اب دارالدعوة کی مجلس عاملہ نے اتفاق رائے سے اس لائبریری کو ”محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری“ کا نام دے دیا ہے۔ مولانا مرحوم کی ذاتی لائبریری وقف ہونے کے بعد ان کے قدیم دوست اور جماعت کی قابل احترام شخصیت استاذ الاساتذہ مولانا عبدہ الفلاح رحمۃ اللہ علیہ کے در ثناء نے ان کا کتب خانہ ”محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری“ کو عطا کر دیا۔ ان کے بعد پھر دارالدعوة کے تاسیسی رکن اور جماعت کے صاحب تحقیق مدرس مولانا عبدالحق قدوسی رحمۃ اللہ علیہ کے اولاد نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتب لائبریری کو عطا فرمادیں۔ اسی دوران لائبریری کے لیے کچھ الماریاں میاں عبدالعزیز مالواڈہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے میاں عبدالعزیز مالواڈہ نے عطا فرمائیں پھر ایک مرتبہ لوہے کے ریک بنانے کے لیے مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ڈاکٹر شعیب محمد چوہدری نے خطیر رقم عطا فرمائی اسی طرح ہفت روزہ الاعتصام کے خصوصی معاون چوہدری عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ آف ساہیوال کے بیٹے چوہدری محمد صادق ایڈووکیٹ رحمۃ اللہ علیہ جو دارالدعوة السلفیہ کے تاسیسی رکن بھی تھے کے بیٹے نے چوہدری صاحب کے دفتر وکالت کا فرنیچر دو میز ۸ کرسیاں اور ۸ ریک بھی لائبریری کو عطا فرمائے جزا اہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء۔

اس سال مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قدیم نیازمند، پاکستان میں عربی زبان و ادب کے یگانہ عالم اور ”مشہور حواشی قرآن مجید“ اشرف الحواشی کے حاشیہ نگار مولانا عاصم الحداد رحمۃ اللہ علیہ کی گرامی قدر اولاد نے ان کا امہات الکتاب پر مشتمل کتب خانہ الماریوں سمیت ”محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری“ کو عطا فرمادیا ہے۔ جن کی فہرست کتب الاعتصام میں شائع کی جا رہی ہے۔

اس داستان سرائی کی غرض محبین دارالدعوة السلفیہ کے علم میں ہم وہ اعتماد دلانا چاہتے ہیں جو اہل علم اور ان کی اولاد و احفاد اس فقیر حنیف و نحیف کی ذات پر اب تک کر رہے ہیں نیز ہم اس دعا کے بھی مصمم قلب سے محتاج ہیں کہ اللہ تعالیٰ احباب و مخلصین کے اعتماد کو بحال رکھنے اور ہمیں اس پر پورا اترنے کی توفیق سے نوازے۔ کتب کی بڑھتی ہوئی تعداد اس کے فرنیچر کے ساتھ جگہ کی وسعت بھی ایک سوال ہے جس کے لیے ہم مولانا مرحوم ہی کے قائم کردہ راستے پر چلتے ہوئے احباب سے توفیق عطا ہونے کی دعا کے خواستگار ہیں۔

درمیان میں ”محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری“ کا ذکر آگیا بات چل رہی تھی الاعتصام کی کہ جب گردش ایام سے اس کے بانی کو دوبارہ جاری کرنا بلکہ اس کے جاری رکھنے کا فیصلہ کرنا پڑا تو الاعتصام کی زیب و زینت پر خرچ کرنے کی بجائے انہوں نے اس کے معیار پر توجہ دی اسی طرح جب مشیت ایزدی سے ۱۹۸۰ء میں انہوں نے اعیان جماعت کی ایک کثیر تعداد میں دارالدعوة السلفیہ تشکیل دینے اور اس کو قائم کرنے کا اعلان کیا تو اس کے بعد بھی انہوں نے اس کی معنویت یعنی دارالدعوة کی سمت متعین کرنے اور اس کی علمی خدمات کی طرف توجہ رکھی قارئین جس کی تفصیلات ان صفحات پر کئی مرتبہ پڑھ چکے ہیں۔ کئی سال سے ہم الاعتصام کے قارئین اور محبان گرامی کی خدمت میں رمضان المبارک میں ایک پریم پتر یعنی محبت نامہ ارسال کرتے ہیں اور ساتھ کچھ ملکا سا دین و علم کا ہدیہ بھی پیش کرتے ہیں۔ ہدیے کے طور پر اس مرتبہ ہم دارالدعوة السلفیہ کی مجلس عاملہ کے رکن، الاعتصام کی مجلس ادارت کے رکن اور جماعت کے معروف محقق یکے از خدام محدثین اور علم حدیث کے خدمت گذار، مولانا ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک گرانقدر رسالہ ”آفات نظر اور اس کا علاج“ پیش ارسال کر رہے ہیں، امید ہے یہ انشاء اللہ مسلمانوں کی فلاح و اصلاح میں مفید ثابت ہوگا۔

مہنگائی کس سے مخفی نہیں ہر پاکستانی اس کی زد میں ہے اور سب کی اس نے چیخیں نکال دی ہیں۔ ادارے نے بھی الاعتصام کے جملہ اخراجات میں ہوش ربا اضافے کے باعث اس کی فی شمارہ قیمت میں ۲/ روپے کا اضافہ کر دیا ہے۔ باقی رہی اپنی بیٹا تو اس میں ہم صرف یہی کہیں گے کہ کئی سال بعد ادارے کے پچھلے دو ماہ کے اخراجات ہم نے قرض لیکر پورے کیے ہیں۔ ع قیاس کن زلگستان من بہار مرا

# تفسیر سورہ ق

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

”یہ کیسا رسول ہے کھانا وہ کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ  
الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ﴾ [الفرقان: ۲۰]

”اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔“

یہ اور اس نوعیت کے بے وزن اعتراضات انہوں نے آپ ﷺ کے رسول ہونے پر کیے، جن کا ذکر مع جوابات متعدد مقامات پر منقول ہے، انہی جوابات میں ایک اسلوب یہ ہے کہ

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى  
بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى  
نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ﴾ [الانعام: ۹۱]

”اور ان لوگوں نے اللہ کو جیسا کہ پہچانا چاہیے تھا ویسا نہیں پہچانا، جب انہوں نے کہا اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اتارا، آپ کہیں جس کتاب کو موسیٰ (علیہ السلام) لے کر آئے تھے، جس میں لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی اس کو کس نے اتارا تھا؟“

موسیٰ (علیہ السلام) اور ان پر کتاب منزل من اللہ تھی، تو محمد ﷺ بھی اللہ کے رسول اور قرآن اللہ کی کتاب ہے، اگر موسیٰ (علیہ السلام) کو بشر ہونے کے باوصف اللہ نبی بنانے پر قادر تھے تو کیا اب محمد ﷺ کو رسول بنانے میں اللہ تعالیٰ قادر نہیں؟ نبی بنانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے نبی بنا دیتا ہے:

﴿بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا  
شَيْءٌ عَجِيبٌ﴾

”بلکہ ان لوگوں کو تعجب اس بات پر ہوا ہے کہ ایک خبردار کرنے والا خود انہی میں سے ان کے پاس آ گیا، پھر کافروں نے کہا: یہ عجیب بات ہے۔“

یہاں ﴿بل﴾ اس بات کا قرینہ ہے کہ مقسم علیہ محذوف ہے، یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح منکرین کہتے ہیں، کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول نہیں، قرآن مجید کی قسم! آپ اللہ کے رسول ہیں، مگر انہیں تعجب اس بات پر ہے کہ انہی میں سے ایک رسول ان کے پاس آ گیا ہے۔ آپ کی رسالت کے بارے میں کفار نے صاف صاف کہا:

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ [الرعد: ۴۳]

کہ آپ رسول نہیں ہیں، اس لیے کہ آپ تو ہم ہی میں سے ایک فرد ہیں، ہماری طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

چنانچہ قوم عام نے یہی بات حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں کہی کہ  
﴿مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ  
مِمَّا تَشْرَبُونَ ۝ وَلَكِنَّ أَطْعَمَكُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا  
لَخَائِسُونَ ۝﴾ [المؤمنون: ۳۳، ۳۴]

”یہ تو تمہارے جیسا بشر ہے، جو کچھ تم کھاتے ہو وہ بھی کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو وہ بھی پیتا ہے اور اگر تم نے اپنی طرح کے آدمی کی اطاعت کی تو تم نقصان اٹھاؤ گے۔“

اسی طرح وہ یہ بھی کہتے تھے:

﴿وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي  
الْأَسْوَاقِ﴾ [الفرقان: ۷]

تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ انسانوں میں سے کسی کو رسول بنانا یہی اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے، یہی بات تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے فرمائی:

﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ﴾ [ابراہیم: ۱۱]

”ان کے رسولوں نے ان سے کہا: بے شک ہم تو تمہاری طرح ہی بشر ہیں، اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔“

اور انہیں نبوت سے سرفراز فرما دیتا ہے۔ آپ ﷺ سے بھی اعلان کروادیا:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ﴾ [الكهف: ۱۱۰، فصل: ۶]

”کہہ دیجیے کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں، مجھ پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔“

﴿قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ [یونس: ۱۶]

”کہہ دیجیے اگر میں چاہتا تو میں اس (قرآن) کو پڑھ کر تم کو نہ سنا تا اور نہ ہی اس کی کچھ خبر دیتا، بے شک میں اس سے پہلے تم میں طویل عرصہ گزار چکا ہوں کیا تم کو عقل نہیں آتی۔“

میں نے تم میں بچپن گزارا، جوانی گزارا، کاروبار کیا، باہمی معاملات کو نبھایا، تم نے مجھے صادق و امین کہہ کر پکارا، اس سے پہلے ایسی باتیں کیوں نہ کہیں، کیا اب یکا یک (معاذ اللہ) اتنا ماہر اور جھوٹا بن گیا ہوں کہ قرآن مجید خود بنا کر تمہارے سامنے کلام الہی کے نام سے پیش کر دیا ہے، اگر یہ میرا کلام ہے تو اس جیسی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ۔

تعب کی تپ تو کوئی گنجائش تھی جب انسانوں کی راہنمائی کے لیے کسی غیر انسان کو بھیجا جاتا وہ اگر ایسا کلام پیش کرتا جس کی نظیر لانے سے سبھی انسان عاجز آ جاتے، تو وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ کلام تو جنس غیر سے ہے، ہم ایسا کیوں کر کر سکتے ہیں؟ ایک جنس دوسری جنس سے مختلف، ان

﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ﴾

”اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے جسے چاہتا ہے رسول منتخب کر لیتا ہے۔“ [الحج: ۷۵]

بلکہ ہر چیز کا اختیار اس کے پاس ہے وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے ممتاز و منتخب کر لیتا ہے:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَنَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [القصص: ۶۸]

”اور تیرا رب جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے، انسانوں کو اس میں کوئی اختیار نہیں، یہ جنہیں اللہ کا شریک بناتے ہیں اللہ ان سے کہیں بلند و برتر ہے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے تو ان میں سب سے بہتر ساتویں آسمان کو بنایا، جنت بنائی تو سب سے بہتر جنت الفردوس کو قرار دیا، فرشتے بنائے تو ان میں سب سے افضل حضرت جبریل علیہ السلام کو بنایا، انسان بنائے تو ان میں سب سے افضل انبیاء کرام علیہم السلام کو بنایا اور انبیاء میں اولو العزم کو منتخب کیا، یعنی حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد ﷺ کو، پھر سب سے افضل و برتر حضرت محمد ﷺ کو۔

امتوں میں سے سب سے افضل آپ ہی کی اُمت کو بنایا، اور امت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو، صحابہ میں اصحاب الشجرۃ رضی اللہ عنہم کو، ان میں اصحاب بدر کو، ان میں عشرہ مبشرہ کو، پھر ان میں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کو اور ان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو۔

زمین میں تمام شہروں سے افضل مکہ مکرمہ اور پھر مدینہ طیبہ کو قرار دیا۔ مہینوں میں چار حرمت والے مہینے بنائے، سب سے افضل رمضان المبارک کو، سال کے دنوں میں یوم النحر کو اور بعض نے کہا: یوم عرفہ کو، سال کی راتوں میں لیلۃ القدر کو۔

انبیاء علیہم السلام پر کتنا میں نازل کیں، تو ان میں سب سے افضل قرآن مجید کو، اور قرآن مجید میں سے سورہ فاتحہ کو۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد کے اوائل میں اس پر بڑی نفیس بحث کی ہے۔ شائقین اس میں

انسانیت کا کمال حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے ہے، نوع انسانی کو انہی پر فخر ہے جس نے جو پایا اور کمال حاصل کیا انہی کی پیروی میں حاصل کیا۔ انبیائے کرام علیہم السلام ہی کو اگر نوع انسان سے نکال دیا جائے تو انسان کا اعزاز ہی کیا رہ جاتا ہے؟ مگر افسوس جو نفوس قدسیہ انسانیت کا اعزاز تھیں عقل کے پجاریوں نے انہیں نبی اور انسان ماننے سے انکار کر دیا۔ تعجب تو ان کے انکار پر ہونا چاہیے، رسول کے انسان ہونے پر نہیں!!

اسی طرح یہ بات بھی باعث تعجب ہے کہ رسول ماننے والوں میں ایسے عقیدت مند بھی ہوئے جنہوں نے کہا: وہ بشر نہیں، پیغمبر اور رسول تھے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر معاذ اللہ یہ بھی کہا: کہ وہ اللہ تھے، اللہ کے بیٹے تھے، اللہ نے ان میں حلول فرمایا ہے، اللہ اور رسول میں کوئی فرق نہیں۔ ﴿تعالی اللہ عما یصفون﴾ خلاصہ یہ کہ بشریت و رسالت کا ایک ذات میں جمع ہونا جاہلوں کے نزدیک ہمیشہ ایک معما بنا رہا۔

#### یہ انکار استکبار کا نتیجہ تھا:

کفار و معاندین کا رسول تسلیم کرنے سے انکار، ان کے استکبار کا بھی نتیجہ تھا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جگہ جگہ ان کے تکبر کا ذکر کیا ہے۔ اس آیت میں بھی ﴿منذر منہم﴾ کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ اپنے تکبر کی بنا پر ہی کہتے تھے کہ ہمیں ”ڈرانے“ دھمکانے آیا ہے۔ ہمیں کون ہوتا ہے یہ ڈرانے والا، رسول اللہ ﷺ ﴿منذر﴾ تو تمام جن و انس کے لیے تھے، بلکہ دعوت و تبلیغ کا پہلا حکم ہی یہی تھا۔

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝﴾ [المدثر: ۱، ۲]

”اے چادر اوڑھ کر لیٹنے والے اٹھو اور ڈراؤ خبردار کرو۔“  
لیکن آپ کے ڈرانے کا فائدہ انہی کو پہنچا جو قیامت کے دن سے خوف کھاتے اور اللہ کے حضور اپنے حساب کتاب کی فکر رکھتے تھے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ مَّنْ يَخْشَاهَا﴾ [النازعات: ۴۵]

اسی طرح فرمایا:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ۝ لِيُذْهِبَ مَن كَانَ حَيًّا

کے اعمال و افعال مختلف، ان کا دائرہ اختیار مختلف، اس لیے مقابلہ کیسا؟ لیکن جب یہ کلام اس انسان نے پیش کیا ہے جو عرصہ دراز تک ان میں رہا، اور وہ اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہے، تو عقل و فکر کی بات یہ تھی کہ وہ تسلیم کر لیتے کہ یہ اس کا کلام نہیں، نہ ہی کسی اور انسان کا ہے، بلکہ اللہ وحدہ لا شریک کا ہے۔ مگر افسوس وہ الثا تعجب رسول ہونے پر کرتے ہیں، کہ بشر رسول کیوں کر ہو سکتا ہے؟ یہ اگر اللہ کے نمائندے ہوتے تو بڑی شان و شوکت ہوتی، مال و دولت ہوتی، اسی تناظر میں انہوں نے کہا:

﴿لَوْلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْفَرِثِيِّينَ عَظِيمٍ﴾

”یہ قرآن دو بستیوں (مکہ و طائف) کے کسی بڑے آدمی پر

کیوں نہیں اترتا؟“ [الزخرف: ۳۱]

اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا:

﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ﴾

”کیا وہ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرنے والے ہیں۔“

یہ تو اللہ کی عطا اور اس کی محبت ہے جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔ ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہی بات کہی جاتی رہی کہ یہ نبی نہیں، کیوں کہ یہ بشر ہیں۔ جیسا کہ سورۃ القمر (۲۳)، یس (۱۵)، الانبیاء (۳)، التغابن (۶)، بنی اسرائیل (۹۳)، میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سیدھا اور صاف جواب یہ دیا ہے کہ

﴿قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَّمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا

عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ۝﴾ [بنی اسرائیل: ۹۵]

”ان سے کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے فرشتے ہی کو ان کے لیے رسول بنا کر بھیجتے۔“

اب تم خود فیصلہ کر لو کہ تم کون ہو، تم اگر بشر ہو تو تمہاری ہدایت اور راہنمائی کے لیے ہم نے بشر ہی کو رسول بنایا ہے۔ رسول کا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہی تو نہیں، وہ اُمت کے لیے ایک اسوہ اور بہترین نمونہ بھی ہوتا ہے، نوع بشر کے لیے بشر ہی نمونہ ہو سکتا ہے، نہ کہ کوئی اور جنس اور نوع۔



**قاری عبدالقہار بن حضرت مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی کی وفات**  
استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ابو محمد عبدالجبار محدث سلفی کھنڈیلوی کے سب سے چھوٹے بیٹے اور حضرت مولانا قاری عبدالخالق رحمائی رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی قاری عبدالقہار طویل علالت کے بعد ۲۶ جولائی ۲۰۱۰ء وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی روز رات دس بجے حضرت مولانا عبدالرشید ارشد ہزاری (شیخ الحدیث دارالحدیث اوکاڑا) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سینکڑوں احباب شریک جنازہ ہوئے۔ اور انہیں ان کے والد گرامی قدر کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ مرحوم نے ایک بیوہ، تین لڑکے (محمد عمران، محمد اکرام، محمد عدنان) اور دو بیٹیاں سوغوار چھوڑی ہیں۔ مرحوم کا دارالحدیث اوکاڑا سے گہرا تعلق تھا۔ ۱۹۵۴ء میں حضرت مولانا ابو محمد عبدالجبار کھنڈیلوی رحمہ اللہ جب اوکاڑا دارالحدیث کے پہلے شیخ الحدیث کے طور پر تشریف لائے تو عبدالقہار مرحوم تقریباً ۸ سال کے تھے۔ میٹرک کیا، جے وی کیا اور مولانا کی وفات ۱۹۶۱ء کے بعد اوکاڑا ہی میں بطور ٹیچر تقرری ہوئی۔ شادی ہوئی اور مستقل رہائش کر لی۔ جماعتی کاموں میں بھرپور حصہ لیتے۔ شرافت و نیکی کا وہ مجسمہ تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف کر کے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ [شریک عم: عبداللہ یوسف، ناظم مدرسہ دارالحدیث اوکاڑا]

وَيَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكُفَرِيِّنَ ﴿٧٠﴾ [یس: ۷۰، ۶۹]  
”یہ ایک نصیحت ہے اور قرآن مجید ہے، تاکہ ہر اس شخص کو ڈرایا جائے جو زندہ ہو اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے۔“  
زندہ سے مراد، زندہ قلبی ہے، جس نے سننے اور سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو معطل نہیں کر دیا، وہی اس سے مستفید ہوتا ہے، ورنہ کفار تو دل، آنکھیں اور کان رکھنے کے باوجود چار پایوں سے بھی گئے گزر رہے ہیں۔ اسی سورہ ق کی آخری آیت یہی ہے:  
﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِبِيدُ﴾ [ف: ۴۵]  
”بس آپ اس قرآن سے ان لوگوں کو ڈرائیں، نصیحت کریں جو عذاب سے ڈرتے ہیں۔“  
کفار کو اس ڈراوے پر بھی تعجب تھا کہ ہمیں ڈراتے ہیں اور ڈراتے بھی قیامت سے ہیں۔



”اے اللہ عزوجل! خرچ کرنے والے کو بدلہ دے، آمین۔“ [بخاری، حدیث نمبر: ۱۴۴۲]

## جامع مسجد السلام

اہل حدیث ملتان سے تعاون کریں

اس مسجد کا افتتاح ۲۹ اگست ۲۰۰۸ء کو مولانا محمد انس مدنی صاحب بن امام حافظ عبدالستار محدث دہلوی رحمہ اللہ کے خطبہ جمعہ سے ہوا۔ یہ مسجد زیر انتظام جماعت غرباء اہل حدیث ملتان ہے۔ اس کے مؤسس و منتظم مولانا محمد یاسین شاد فاضل جامعہ محمدیہ اوکاڑا و فاضل المدارس السلفیہ ہیں۔ عرصہ دو سال ہونے کو ہیں کہ منزل اول قابل گزارہ تعمیر کے بعد نماز باجماعت پنجگانہ خطبہ جمعہ و عیدین شرویع ہیں۔ اب دوسری منزل و رہائش امام مسجد کی تعمیر کی اشد ضرورت ہے۔ نیز اصحاب خیر ملحقہ پلاٹ ۶ مرلہ برائے دینی درسگاہ خرید کر وقف کروادیں کہ دعوت القرآن والحدیث جامع انداز میں مؤثر ہو سکے۔ مخیر حضرات تعاون کریں۔

**نوٹ:** عبدالرحمن اسلامک لائبریری یہاں منتقل ہو چکی ہے۔ **منجانب:** احمد دین سعودی، ملتان

### ترسیل زر کا پتا و رابطہ

محمد یاسین شاد، منتظم مسجد السلام اہل حدیث، گلشن فیض ہیڈ نو بہار (ممتاز آباد) ملتان۔ موبائل 0301-7578681  
بینک اکاؤنٹ نمبر 900228 بینک آف پنجاب، ممتاز آباد برانچ، ملتان

# توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ  
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول ٹالامار باغ۔ لاہور)

باب: الدعاء عند الغيث والمطر

بارش کے وقت کی دعا

۷۰۷. عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله ﷺ إذا رأى ناسياً في أفق السماء ترك عمله ..... وإن كان في صلاة ..... ثم أقبل عليه، فإن كشفه الله حمد الله، وإن مطرت قال: ((اللهم صيباً نافعا)). [صحيح]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آسمان کے کسی افق پر بادل کو دیکھتے تو کام چھوڑ دیتے تھے اگرچہ نماز میں ہوتے پھر بادل کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ بادل کو کھول دیتا تو اللہ کا شکر ادا کرتے اور اگر بارش شروع ہو جاتی تو فرماتے اے اللہ اس کو بہت برسنے والی اور نفع والی بنا دے۔“

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ قوم عادی کی طرح نہ ہو جائے، بادل آیا تو وہ خوش ہوئے کہ ہم پر بارش برسائے گا لیکن ان پر عذاب نازل ہوا اس لیے میں اللہ تعالیٰ سے خیر کی دعا کرنے لگ جاتا ہوں۔ [مشکوٰۃ، بخاری، مسلم]

باب: الدعاء عند الموت

موت کی دعا کرنا

۷۰۸. عن قيس قال: أتيت خباباً ..... وقد اکتوى سبوعاً ..... قال: لولا أن رسول الله ﷺ نهانا أن ندعو بالموت لدعوت. [صحيح البخاری]

”حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جب کہ ان کے جسم پر سات داغ دیئے گئے تھے۔ انہوں نے کہا اگر رسول اللہ ﷺ نے موت کی دعا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں دعا کرتا۔“

فائدہ: ظاہر یہ ہے کہ شدت تکلیف سے یہ کہا۔

باب: دعوات النبي ﷺ

رسول اللہ ﷺ کی دعائیں

۷۰۹. عن أبي موسى، عن النبي ﷺ أنه كان يدعو بهذا الدعاء: ((رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَسُرْافِي فِي أَمْرِي كُلِّهِ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي كُلَّهَا، وَعَمْدِي وَجَهْلِي وَهَزْلِي، وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)). [صحيح البخاری]

”ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے اے پروردگار میری خطاؤں اور میری جہالت کو میری بے اعتدالی کو میرے تمام کاموں میں اور ان تمام غلطیوں کو بخش دے جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ بخش دے میری خطاؤں کو جو عہد کی ہوں جو ناواقفیت سے کی ہوں یا جو تفریحاً (مذاق میں) کی ہوں۔ میری ساری خطاؤں کو معاف کر دے یہ سارے گناہ میں نے کیے ہیں۔

اے اللہ! میرے اگلے پچھلے گناہ ظاہری گناہ، باطنی گناہ معاف

الْكَلِمَةِ؟)) فَسَكَتَ وَرَأَى أَنَّهُ هَجَمَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ كَرِهَهُ، فَقَالَ: ((مَنْ هُوَ؟ فَلَمْ يَقُلْ إِلَّا صَوَابًا)) فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا أَرْجُو بِهَا الْخَيْرَ، فَقَالَ: ((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، رَأَيْتُ ثَلَاثَةَ عَشَرَ مَلَكًا يَتَدَبَّرُونَ إِلَيْهِمْ يُوَفِّعُهَا إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ.)) [صحيح لغيره]

”حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس (نماز میں رکوع سے اٹھنے کے بعد یہ کلمات) کہے الحمد للہ حمداً كثيراً طیباً مبارکاً فیہ۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں حمد کثیر جو بہت زیادہ ہو اور پاکیزہ اور بابرکت ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کلمات کس نے کہے ہیں وہ آدمی خاموش رہا اس نے خیال کیا کہ میں نے ایسی بات کہہ دی جو رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسی چیز پر هجوم کیا کہ وہ آپ کو ناگوار گزری ہو آپ نے پھر فرمایا کون ہے۔ اس نے بجز صواب کے اور کچھ نہیں کیا ہے تب اس مرد نے کہا میں ہوں میں امید خیر رکھتا ہوں۔ فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں نے ۱۳ فرشتوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ کون ان کلمات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لے جائے۔“

۷۱۳. عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ الْخَلَاءَ قَالَ: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ.)) [صحيح البخارى]

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں اور خبیث جنیوں سے۔“

۷۱۴. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ: ((غُفْرَانُكَ.)) [صحيح]

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو غفرانک کہتے۔ اے اللہ! میں تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔“

کردے تو مقدم بھی ہے اور مؤخر بھی ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔“

۷۱۰. عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ كَانَ يَدْعُو: ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي هَزْلِي وَجَدِّي، خَطِيئِي وَعَمْدِي وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي.))

”ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے اے پروردگار میری خطاؤں اور میری جہالت کو میری بے اعتدالی کو میرے تمام کاموں میں اور ان تمام غلطیوں کو بخش دے جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ بخش دے میری خطاؤں کو جو عمدہ کی ہوں جو ناواقفیت سے کی ہوں یا جو تفریحاً (مذاق میں) کی ہوں۔ میری ساری خطاؤں کو معاف کر دے یہ سارے گناہ میں نے کیے ہیں۔“

۷۱۱. عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: أَخَذَ بِيَدِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا مُعَاذُ)) قُلْتُ: لَبَّيْكَ! قَالَ: ((إِنِّي أَحِبُّكَ)) قُلْتُ: وَأَنَا وَاللَّهِ أَحِبُّكَ قَالَ: ((أَلَا أَعْلِمُكَ كَلِمَاتٍ تَقُولُهَا فِي ذُبُرِ كُلِّ صَلَاتِكَ؟)) قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: ((قُلْ: اللَّهُمَّ أَعْنِي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ.)) [صحيح]

”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا اے معاذ میں نے کہا لبیک، فرمایا: میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں، میں نے کہا اور میں بھی واللہ آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے کہا کیا میں تجھ کو وہ کلمات نہ سکھا دوں جن کو تو اپنی ہر نماز کے بعد کہا کرے میں نے کہا ہاں ضرور، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیرا شکر ادا کروں اور تیری اچھی عبادت کروں۔“

۷۱۲. عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((مَنْ صَاحِبُ

## احادیث فضیلت شب براءت اور امام البانی رحمہ اللہ

محمد خبیب احمد (ادارہ علوم اشریہ، فیصل آباد)

چوتھا شاہد: حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

امام البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

مسند البزار میں هشام بن عبد الرحمن عن الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة مرفوعا بیان کرتے ہیں۔ امام پیشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہشام بن عبد الرحمن کو میں نہیں پہچانتا، باقی راوی ثقہ ہیں۔“

[السلسلة الصحيحة، ج: ۳، ص: ۱۳۷]

بلاشبہ ہشام بن عبد الرحمن مجہول راوی ہے جیسا کہ امام البانی رحمہ اللہ نے حافظ پیشی رحمہ اللہ سے اس جرح کو بھی تائیدی انداز میں نقل فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الکبیر (ج: ۸، ص: ۱۹۹) میں اس کے ایک شاگرد (عبد اللہ بن غالب العبادانی) اور ایک ہی استاد (الاعمش) کو ذکر کیا ہے جو اس کے مجہول ہونے کی تلمیح ہے اور عین ممکن ہے کہ ہشام بن عبد الرحمن پر تبصرہ کرتے ہوئے امام بخاری کے پیش نظر یہی روایت ہو۔

حافظ بزار رحمہ اللہ بھی ہشام کے تفرد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہشام بن عبد الرحمن کا کوئی متابع نہیں۔

[كشف الاستار، ج: ۲، ص: ۴۳۶، رقم: ۲۰۴۶]

امام اعمش کثیر التذلیس ہیں:

اس حدیث میں دوسرا ضعف سلیمان بن مہران، جو الاعمش کے لقب سے معروف ہیں، کی تذلیس ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”طبقات المدلسین“ (ص: ۴۲، ۴۳) میں ان کا شمار مدلسین کے دوسرے طبقے میں کیا ہے یعنی جن کی تذلیس نادر ہوتی ہے۔ مگر بعد میں ”النکت علی کتاب ابن الصلاح“ (ج: ۲، ص: ۶۴۰) میں انہیں مدلسین کے تیسرے

طبقے میں شمار کیا ہے جن کے بارے میں حافظ صاحب خود فرماتے ہیں:

”من أكثروا من التدليس وعرفوا به.“

”جو بہ کثرت تذلیس کرتے ہیں اور ان کی پہچان ہی تذلیس ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا مؤخر الذکر موقف ہی رائج معلوم ہوتا ہے کیوں کہ ”النکت علی کتاب ابن الصلاح“، ”طبقات المدلسین“ کے بعد کی کتاب ہے۔ اگرچہ دکتور مسفر دینی نے بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ حافظ صاحب کو انہیں مدلسین کے تیسرے یا چوتھے طبقے میں ذکر کرنا چاہیے تھا۔

[التدليس في الحديث، ص: ۳۰۵]

لہذا معلوم ہوا کہ امام اعمش کثیر التذلیس ہیں۔ حافظ ابوزرعمہ ابن عراقی رحمہ اللہ، حافظ سیوطی رحمہ اللہ، امام ذہبی رحمہ اللہ، امام مقدسی رحمہ اللہ وغیرہم نے بھی انہیں مدلسین میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابوالفتح ازدی نے تو کہا ہے کہ ہم اعمش کی تذلیس (عنعنہ) کو قبول نہیں کرتے۔

[الكفاية للخطيب البغدادي، ج: ۲، ص: ۳۸۷]

یہاں تک کہ حافظ علائی رحمہ اللہ نے انہیں ”مشہور بالتدلیس

مکثر منہ“ یعنی تذلیس کی وجہ سے شہرت یافتہ قرار دیا ہے۔

[جامع التحصيل للعلائی، ص: ۲۲۸، رقم: ۲۵۸]

امام اعمش، ضعیف، مجہول اور متروک راویوں سے تو تذلیس کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ تذلیس التزویر کا بھی ارتکاب کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام عثمان بن سعید الدارمی رحمہ اللہ (تاج عثمان الدارمی، ص: ۲۴۳) اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس جانب توجہ مبذول کروائی ہے۔ [الكفاية، ج: ۲، ص: ۳۹۰، رقم: ۱۱۶۹]

عمرو بن الحارث عن عبد الملك بن عبد الملك  
عن مصعب بن أبي ذئب هذا۔

سمعت أبي يقول ذلك. ويقول: لا يعرف منهم  
إلا القاسم بن محمد يعني في الاسناد۔ [الجرح  
والتعديل، ج: ۸، ص: ۳۰۶، ۳۰۷، ترجمہ: ۱۴۱۸]

گویا کہ حافظ ابوحاتم رحمہ اللہ اسی حدیث پر تبصرہ فرما رہے ہیں کہ اس  
کے تین راوی مجہول ہیں۔ بلکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے تو مصعب بن ابی  
ذئب کو متروک قرار دیا ہے۔ [سؤالات البرقانی، رقم: ۵۰۸]

### عبد الملك کی منکر روایت:

حافظ ابوحاتم رحمہ اللہ نے تو عبد الملك کو مجہول قرار دیا ہے مگر درست  
بات یہ ہے کہ موصوف ضعیف راوی ہے اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔  
چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اس کی اسی حدیث کی طرف اشارہ کرتے  
ہوئے فرماتے ہیں:

”فيه نظر حديثه في أهل المدينة.“

یعنی سخت ضعیف راوی ہے۔ مدنیوں سے اس کی فضیلت نصف  
شعبان والی روایت معروف ہے۔

[التاريخ الكبير للبخاري، ج: ۵، ص: ۴۲۴، ۴۲۵]

امام بخاری رحمہ اللہ کی اس جرح کو حافظ ابن عدی رحمہ اللہ نے  
عبد الملك کے تذکرہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

[الكامل لابن عدی، ج: ۵، ص: ۱۹۴۶]

اور حافظ بغوی رحمہ اللہ نے شرح السنہ (ج: ۴، ص: ۱۲۷) میں اس کی  
مذکورہ بالا حدیث ذکر کرنے کے بعد اس جرح کو ذکر کیا ہے۔ گویا ان  
دونوں ائمہ کرام نے امام بخاری رحمہ اللہ کی تائید کی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تلمیح ”حديثه في أهل  
المدينة“ کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ کا اشارہ  
شعبان کی چند رھویں رات کی فضیلت والی حدیث کی طرف ہے جسے  
عبد الملك نے روایت کیا ہے۔

[ميزان الاعتدال، ج: ۲، ص: ۶۵۹، ملخصاً]

بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد آدم بن موسیٰ کا بیان ہے کہ امام

مذکورۃ الصدر روایت اعمش، ابوصالح ذکوان سے کرتے ہیں۔ اور  
روایت معنعن ہونے کی بنا پر ضعیف ہے۔

الغرض یہ روایت ہشام کی جہالت، سلیمان کی تدلیس اور نکارت  
کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اور ایسی روایت دوسری روایت کی متابعت اور  
تائید نہیں کر سکتی۔

### پانچواں شاہد: حدیث حضرت ابوبکر الصديق رحمہ اللہ:

امام البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

”عبد الملك بن عبد الملك عن مصعب بن أبي ذئب

عن القاسم بن محمد عن أبيه أو عمه عن أبي بكر الصديق  
مرفوعاً بيان کرتے ہیں۔ امام منذری نے اس کی سند کو لا بأس کہا ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عبد الملك بن عبد الملك کو ابن ابی حاتم  
نے الجرح والتعديل میں ذکر کیا مگر اسے ضعیف قرار نہیں دیا۔ اس کے  
باقی راوی ثقہ ہیں۔

امام البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منذری رحمہ اللہ اور بیہقی نے درست  
فرمایا۔ عبد الملك موصوف کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:  
”في حديثه نظر“ اور امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہی نصف شعبان کی  
فضیلت والی روایت تھی۔ جیسا کہ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں  
ذکر کیا ہے۔ [السلسلة الصحيحة، ج: ۳، ص: ۱۳۷، ملخصاً]

امام بیہقی کا اس حدیث کے راوی عبد الملك بن عبد الملك کے  
بارے میں یہ فرمانا کہ حافظ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے موصوف کو ”الجرح  
والتعديل“ میں ضعیف قرار نہیں دیا اور امام البانی رحمہ اللہ کا امام بیہقی رحمہ اللہ  
کی تائید کرنا قابل غور ہے۔ کیوں کہ حافظ ابوحاتم رحمہ اللہ نے اس سند کے  
تین راویوں کو مجہول (ضعیف) قرار دیا ہے۔ ایک تو عبد الملك بن  
عبد الملك دوسرے ان کے شاگرد اور تیسرے عبد الملك کے استاد ہیں۔  
امام ابوحاتم رحمہ اللہ کے الفاظ ان کے بیٹے نقل کرتے ہوئے  
فرماتے ہیں:

”مصعب بن أبي ذئب: روى عن القاسم بن

محمد روى عنه عبد الملك بن أبي ذئب۔ روى

بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث ہمیں بیان کی۔ الضعفاء الکبیر للعقيلي (ج: ۳، ص: ۲۹)

الضعفاء الکبیر للعقيلي (ج: ۳، ص: ۲۹) اور میزان الاعتدال (ج: ۲، ص: ۲۵۹) میں امام بخاری رحمہ اللہ کی جرح ”فسی حدیثہ نظر“ بھی موجود ہے کہ اس کی حدیث سخت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی امام ذہبی رحمہ اللہ سے یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔ [لسان المیزان، ج: ۴، ص: ۶۷]

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”منکر الحديث جداً، يروى مالا يتابع عليه فالأولى في أمره ترك ما انفرد به من الأخبار.“  
”یہ منکر الحدیث جدا ہے۔ ایسی روایات بیان کرتا ہے جس میں اس کی متابعت نہیں پائی جاتی، اس لیے جن احادیث میں منفرد ہوا ان کا ترک کرنا زیادہ بہتر ہے۔“

[المجروحین لابن حبان، ج: ۲، ص: ۱۳۶]

اسی لیے تو حافظ دارقطنی رحمہ اللہ نے متروک قرار دیا ہے۔

[سؤالات البرقانی، رقم: ۳۰۴]

اس لیے یہ حدیث منکر اور سخت ضعیف ہے اور اس کا سبب عبد الملک موصوف ہے۔ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے ترجمے میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام عقيلي رحمہ اللہ نے الضعفاء الکبیر (ج: ۳، ص: ۲۹) حافظ ابن عدی رحمہ اللہ (الکامل، ج: ۵، ص: ۱۹۴) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (میزان الاعتدال، ج: ۲، ص: ۲۵۹) وغیرہ نے اس منکر حدیث کو عبد الملک کے ترجمے میں ذکر کیا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے حافظ ابو حاتم رحمہ اللہ سے اس حدیث کا منکر ہونا ذکر کیا ہے۔ شرح السنۃ (ج: ۴، ص: ۱۲۷) اور اوپر ہم ذکر کر آئے ہیں کہ حافظ ابو حاتم نے اس حدیث کے تین راویوں کو مجہول قرار دیا ہے۔ حافظ ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”عبد الملك بن عبد الملك معروف بهذا الحديث ولا يرويه عنه غير عمرو بن الحارث وهو حديث منكر بهذا الاسناد.“ [الکامل لابن عدی،

ج: ۵، ص: ۱۹۴]

”عبد الملک بن عبد الملک اس حدیث کی وجہ سے معروف ہوئے ہیں۔ اور اسے ان سے بیان کرنے والے عمرو بن الحارث ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے منکر ہے۔“  
حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
”هذا حديث لا يصح ولا يثبت.“  
”یہ حدیث غیر صحیح اور غیر ثابت شدہ ہے۔“

[العلل المتناهية لابن الجوزي، ج: ۲، ص: ۶۶، ۶۷]

قاسم بن محمد کا بطور شک بیان کرنا:

اس حدیث کے ضعیف ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصديق اسے بطور شبہ عن أبيه أو عن عمه عن أبي بكر الصديق مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔  
عن أبيه سے مراد محمد بن ابی بکر الصديق ہیں۔ اور عن عمه سے مراد عبد الرحمن بن ابی بکر الصديق ہیں۔

اگر پہلی صورت درست قرار دی جائے تو حضرت قاسم بن محمد کا اپنے باپ محمد بن ابی بکر الصديق سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ حافظ العلانی (جامع التحصيل للعلانی، ص: ۳۱۰) حافظ ذہبی رحمہ اللہ (سير اعلام النبلاء، ج: ۵، ص: ۵۴) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الأمالی المطلقة، ص: ۱۲۳) نے صراحت کی ہے۔

اسی طرح محمد بن ابی بکر کا اپنے والد محترم خلیفہ اول حضرت ابو بکر الصديق رضی اللہ عنہ سے سماع ممکن نہیں کیوں کہ محمد بن ابی بکر حجۃ الوداع کے سفر میں پیدا ہوئے۔ [صحیح ابن خزيمة، ج: ۴، ص: ۱۶۷، حدیث: ۲۶۱۰ و جامع التحصيل للعلانی، ص: ۳۱۰]

اور جب حضرت ابو بکر الصديق کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے کی عمر تین برس سے بھی کم تھی۔ [البحر الزخار، ج: ۱، ص: ۱۵۶]  
اور حافظ بزار رحمہ اللہ نے بھی اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ محمد بن ابی بکر نے اپنی صغر سنی کی وجہ سے اپنے باپ سے سماع نہیں کیا۔

[البحر الزخار، ج: ۱، ص: ۱۵۸]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صحیح ابن خزيمة کی روایت کے بارے میں فرمایا:



”لیس فی السماع“

[اتحاف المہرہ، ج: ۸، ص: ۲۱۳]

گویا اس سند میں انقطاع در انقطاع ہے۔ قاسم بن محمد کا اپنے باپ محمد سے عدم سماع، اور محمد کا اپنے باپ حضرت ابوبکر الصدیق سے عدم سماع۔

لیکن اگر اس کی دوسری سند (یعنی القاسم بن محمد عن عمہ عن ابی بکر الصدیق مرفوعاً) کو درست تسلیم کیا جائے تو امام قاسم بن محمد کی یہ سند سماع پر محمول ہونے کی وجہ سے متصل قرار دی جائے گی۔ کیوں کہ موصوف نے اپنی زندگی کے کم و بیش پینتالیس برس اپنے چچا کی حیات میں گزارے اور آپ تدلیس بھی نہیں کرتے۔ لہذا یہ روایت متصل تسلیم کی جائے گی۔ اسی لیے تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر قاسم بن محمد یہ روایت اپنے چچا عبدالرحمن بن ابی بکر سے روایت کریں تو حسن روایت ہوگی۔ [الامالی المطلقۃ لابن حجر، ص: ۱۲۲]

مگر حضرت قاسم بن محمد کا اپنے چچا سے روایت کرنے کو درستی پر تبھی محمول کیا جائے گا جب اس کی سند کے باقی راوی ثقہ و صدوق ہوں گے۔ مگر یہاں تو عالم یہ ہے کہ محدثین اس حدیث کو عبدالملک کی منکرات میں شمار کر رہے ہیں۔ عمرو بن الحارث اور مصعب بن ابی ذب دونوں مجہول ہیں۔ اس لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا عن عمہ والی روایت کو حسن قرار دینا بھی لائق التفات نہیں۔

**چھٹا شاہد: حدیث حضرت عوف بن مالک رحمہ اللہ:**

امام البانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

ابن لہیعہ عن عبد الرحمن بن انعم عن عبادۃ بن نسی عن کثیر بن مرة عن عوف بن مالک مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔

امام بزار نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

میرے نزدیک اس کی علت عبدالرحمن بن انعم ہے۔ اور امام بیہقی نے بھی اس وجہ سے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام بیہقی فرماتے ہیں:

امام احمد بن صالح رحمہ اللہ نے موصوف کی توثیق کی ہے جب کہ

جمہور محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن لہیعہ لین ہے باقی راوی ثقہ ہیں۔

میں..... البانی..... کہتا ہوں: مکحول نے عبادۃ بن نسی کی مخالفت کی

ہے اور اسے کثیر بن مرة عن النبی مرسل روایت کیا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے مرسل جید قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حافظ

المندری رحمہ اللہ کا قول ہے۔

[السلسلة الصحيحة، ج: ۳، ص: ۱۳۷، ۱۳۸]

امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ضعیف ہونے کو تسلیم بھی کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ مکحول نے عبادۃ بن نسی کی مخالفت کی ہے۔ مگر جو ہم عرض کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ عبدالرحمن الافریقی تو ضعیف ہے ہی، یہاں ان کے شاگرد ابن لہیعہ ہیں۔ اور اس موضوع سے متعلقہ ابن لہیعہ کی یہ تیسری روایت ہے۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رحمہ اللہ کی حدیث کے راوی بھی ابن لہیعہ ہیں۔ اور ہم انہیں بالترتیب ”دوسرا شاہد“، ”تیسرا شاہد“ کے تحت بیان کر آئے ہیں۔

اس لیے اس امکان کو مسترد نہیں کیا جاسکتا کہ یہ روایت بھی ابن لہیعہ کے تساہل کے نتیجے میں معرض وجود میں آئی ہو۔

یا پھر اس اضطراب کا نتیجہ ہے۔ جسے ہم حضرت معاذ بن جبل رحمہ اللہ اور حضرت ابوتعلبہ رحمہ اللہ کی حدیث میں ذکر کر آئے ہیں۔ اور آئندہ حضرت عائشہ رحمہ اللہ کی حدیث میں بھی اس کا کچھ ذکر آئے گا۔

امام البانی رحمہ اللہ بھی راویان حدیث کے اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مکحول نے عبادۃ بن نسی کی مخالفت میں اسے کثیر بن مرة سے مرسل بیان کیا ہے۔ حالانکہ راویان حدیث کا روایت حدیث میں کثیر بن مرة یا مکحول پر اختلاف اس سے کہیں زیادہ ہے اور اس کی ہر سند دوسری سند سے بڑھ کر ضعیف ہے۔ اور یہ ایسا اضطراب ہے کہ ایک سند کو دوسری پر ترجیح دینا انتہائی محال ہے۔ انہی مضطرب سندوں میں سے ایک مرفوع سند وہی ہے جسے امام البانی رحمہ اللہ نے چھٹے شاہد کے طور پر بیان فرمایا ہے۔

### سند حدیث میں اضطراب:

کثیر بن مرة سے جب عبادۃ بن نسی نے روایت کی تو ابن لہیعہ اور افریقی نے اسے مرفوع بنادیا اور جب مکحول اور خالد بن معدان نے کثیر سے روایت کی تو اسے مرسل بنا ڈالا۔ خالد بن معدان کی روایت کو امام الحارثی رحمہ اللہ نے المسند میں بیان فرمایا۔ [بغیۃ الباحث للہیثمی، ج: ۱، ص: ۳۲۴، حدیث: ۳۳۸]

اور اسی حوالے سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (المطالب العالیہ، ج: ۲، ص: ۱۲۳، حدیث: ۱۰۸۷) اور حافظ یوسری رحمہ اللہ (اتحاف الخیرۃ المہرۃ، ج: ۳، ص: ۸۴، ۸۵، حدیث: ۲۲۳۹) میں نقل فرمایا ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

مکحول کی روایت کو الحجاج بن ارطاة (مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۱۰۸، حدیث: ۲۹۸۵۹، کتاب النزول للدارقطنی، ج: ۲، ص: ۵۱، ج: ۱۴، ص: ۲۱۸، شعب الایمان للبیہقی، ج: ۳، ص: ۳۸۱، حدیث: ۳۸۳۱، فضائل الاوقات للبیہقی، ص: ۱۲۲، حدیث: ۲۳) میں روایت کرتے ہیں۔

قیس بن سعد نے حجاج بن ارطاة کی متابعت کی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، ج: ۴، ص: ۳۱۷، حدیث: ۷۹۲۳) مگر اس کی سند الحسنی بن الصباح کی وجہ سے ضعیف ہے۔

مکحول الشامی کے شاگرد کبھی تو اسے کثیر بن مرة کا قول بتلاتے ہیں۔ [مصنف عبدالرزاق، ج: ۴، ص: ۳۱۶، حدیث: ۷۹۲۳، کتاب النزول للدارقطنی: ۸۳]

کتاب النزول (۸۳) میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کے دادا استاد ابراہیم بن ہشیر بن معدان کو حافظ ابن عدی رحمہ اللہ نے ضعیف یسرق الحدیث قرار دیا ہے۔ (الکامل لابن عدی، ج: ۲، ص: ۷۴) امام الفضل بن صالح رحمہ اللہ بھی اس پر تنقید کرتے اور جھوٹا کہتے تھے۔ [تاریخ بغداد، ج: ۶، ص: ۱۸۵۔ لسان المیزان، ج: ۱، ص: ۹۵]

محمد بن یوسف، ابن ثوبان عن ابیہ عن مکحول عن

خالد بن معدان عن کثیر بن مرة مقطوعاً یعنی کثیر کا قول بیان کرتے ہیں۔ [کتاب النزول للدارقطنی: ۸۴]

جب کہ ابوخلید، ابن ثوبان عن ابیہ عن خالد بن معدان عن کثیر بن مرة عن معاذ بن جبل مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔

[علل الدارقطنی، ج: ۶، ص: ۵۱]

ابوخلید کبھی الاوزاعی وابن ثوبان عن ابیہ عن مکحول عن معاذ بن جبل مرفوعاً بیان کرتے ہیں۔ اور یہ وہی سند ہے جسے امام البانی رحمہ اللہ نے شعبان کی پندرہویں رات کی فضیلت کے لیے اساس قرار دیا اور پھر اس کے سات شواہد بیان کیے۔ گزشتہ صفحات میں ہم حضرت معاذ بن جبل کی اس حدیث کے بے اصل ہونے کے لیے امام ابوہاتم اور حافظ دارقطنی رحمہ اللہ کا قول ذکر کرتے ہیں۔

امام مکحول کے شاگرد کبھی ابودریس سے مرسل بیان کرتے ہیں۔ [علل الدارقطنی، ج: ۶، ص: ۵۱ اور کبھی مقطوعاً۔ کتاب النزول للدارقطنی: ۸۵] اور کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً ذکر کرتے ہیں۔ [علل الدارقطنی، ج: ۱۴، ص: ۲۱۷ اور کبھی مکحول براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں۔ کتاب النزول: ۸۶، ۸۷ اور کبھی حضرت کعب الاحبار سے موقوفاً بیان کرتے ہیں۔ کتاب النزول: ۸۷]

اسی اضطراب کی بنا پر حافظ دارقطنی رحمہ اللہ نے متعدد مقامات پر فرمایا کہ یہ حدیث ہی ثابت نہیں۔

اس اضطراب کی مختصر سی تفصیل ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ راویان حدیث اسے مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں۔ جب کسی راوی نے اسے مرفوع بیان کر دیا تو شیخ البانی رحمہ اللہ سمجھے کہ یہ گزشتہ احادیث کا شاہد ہے۔ حالانکہ وہ سند تو خود ہی اضطراب کی پیداوار ہے۔ اس لیے اس کا وجود اور عدم وجود دونوں برابر ہیں۔ اور اس حدیث کی وہی حقیقت ہے جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی ہے۔ یا پھر ابن لہیعہ کی بیان کردہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی ہے۔ [جاری ہے]





## زیارتِ قبور کے متعلق شبہات کا ازالہ

ابوبقی مولانا حفیظ الرحمن لکھوی (مدیر جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لاہور)

سماعۃ الشیخ محمد صالح العثیمین رحمہ اللہ اور زیارتِ قبور:

سماعۃ الشیخ رحمہ اللہ مناسک کے موضوع پر اپنی کتاب ”الحج والعمرة والمشروع فی زیارة“ صفحہ ۱۱۱ اور ۱۱۲ پر فرماتے ہیں:

”وَيَنْبَغِي أَنْ يَزُورَ مَقْبَرَةَ الْبَقِيعِ فَيَسْلِمَ عَلَى مَنْ فِيهَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ مِثْلُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَيَقِفُ أَمَامَهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ، وَفِيهِ أَيْضًا عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقُولُ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ..... أَللَّهُمَّ اغْفِرْ لَأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ وَلِإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَخْرُجَ إِلَى أَحَدٍ وَيَزُورَ الشُّهَدَاءَ هُنَاكَ فَيَسْلِمَ عَلَيْهِمْ وَيَدْعُو لَهُمْ.“

”مناسب یہ کہ زائرِ بقیع قبرستان کی زیارت کرے اور صحابہ اور تابعین میں سے جو وہاں دفن ہیں ان پر سلام پڑھے جیسا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ پس ان کے سامنے کھڑا ہو اور ان پر سلام پڑھے اور یوں کہے: ”السلام علیکم“ اور زیارتِ قبور کے بارہ میں ایک حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع کی طرف نکل جاتے اور پھر ان پر ان الفاظ سے سلام پڑھتے اور دعا فرماتے: ”السلام علیکم دار قوم مومنین“ الخ اے اللہ! بقیع غرقہ والوں کو بخش دے۔ اور اگر وہ پسند کرے تو واحد کی طرف نکل جائے اور شہداء کی زیارت کر کے ان پر سلام پڑھے اور ان کے لیے دعا کرے۔“

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز محمد بن سلمان اور زیارتِ قبور:

”وَيُسَنُّ لِزَائِرِ الْمَدِينَةِ أَنْ يَزُورَ قُبُورَ الْبَقِيعِ وَقُبُورَ الشُّهَدَاءِ وَقَبْرَ حَمْزَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَزُورُهُمْ وَيَدْعُو لَهُمْ وَلَقَوْلُهُ زُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ.“ [اخرجه مسلم]

”مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے باہر سے آنے والے شخص کے لیے یہ مسنون ہے کہ بقیع اور شہداء کی قبروں اور قبر حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے کیوں کہ نبی کریم ﷺ ان کی زیارت فرماتے اور ان کے لیے دعا کرتے نیز آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے: ”قبروں کی زیارت کیا کرو کیوں کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔“ اس کو مسلم نے نکالا ہے۔

تنبیہ:

مدینہ منورہ کی زیارت کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جو مدینہ سے باہر کارہائشی ہے خواہ سعودیہ میں رہتا ہو یا اس سے باہر ہر دو کو شامل ہے۔ اور مدینہ شریف کے رہائشی کو زائر مدینہ نہیں کہا جائے گا۔

”فليفهم وليتدبر ولا يكن من القاصرين.“

سعودی عرب کی تو عیہ اسلامیہ حج کمیٹی اور زیارتِ قبور:

سعودی عرب کی ہیئۃ التوعیۃ الاسلامیہ فی الحج نے سعودی عرب کے شعبہ ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء کی لجنہ دائمہ اور سماعۃ الشیخ ابن العثیمین رحمہ اللہ کے فتاویٰ کی روشنی میں ”دلیل الحاج والمعتمر وزائر مسجد الرسول ﷺ“ کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے اس کے صفحہ ۳۶ پر یہ مرقوم ہے:

”وَيُسَنُّ لَكَ أَنْ تَزُورَ مَقْبَرَةَ الْبَقِيعِ وَفِيهَا قَبْرُ

عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَتُزُورُ شَهَدَاءُ أَحَدٍ مِنْهُمْ حَمْرُهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
تُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ وَتَدْعُو لَهُمْ لِأَنَّ النَّبِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ  
يُزُورُهُمْ وَيَدْعُو لَهُمْ۔“

”تیرے لیے اے زائر! یہ مسنون ہے کہ تو بقیع کے قبرستان کی زیارت کرے اور اس میں حضرت عثمان بن عفان رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی قبر بھی ہے اور تو احد کے شہیدوں کی زیارت کرے اور ان میں حضرت حمزہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کی قبر بھی ہے ان پر سلام پڑھو اور دعا کرو کیوں کہ نبی ﷺ ان کی (یعنی ان کی قبروں کی) زیارت فرماتے تھے اور ان کے لیے دعا کرتے۔“

**فضیلۃ الشیخ ابوبکر جابر الجزائری رحمہ اللہ اور زیارت قبور:**

آپ منہاج المسلم کے صفحہ ۳۴ پر فرماتے ہیں:

”وَيَحْسُنُ بِالْمُسْلِمِ إِذَا شَرَفَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ بِزِيَارَةِ الْمَسْجِدِ النَّبَوِيِّ وَالْوُقُوفِ عَلَى قَبْرِ النَّبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَحْسُنُ بِهِ أَنْ يَأْتِيَ مَسْجِدَ قُبَاءَ لِلصَّلَاةِ فِيهِ إِذْ كَانَ النَّبِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَزُورُهُ وَيُصَلِّي فِيهِ، كَمَا يُزُورُ قُبُورَ الشَّهَدَاءِ (بِأَحَدٍ) إِذْ كَانَ النَّبِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَخْرُجُ لِيُزَارَتَهُمْ فِي قَبْرِهِمْ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ كَمَا يُزُورُ مَقْبَرَةَ (الْبَقِيعِ) إِذَا كَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَزُورُ أَهْلَهَا وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ كَمَا وَرَدَ فِي الصَّحِيحِ۔“

”مسلمان کے لیے یہ مناسب اور بہتر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس مسجد نبوی کی زیارت اور قبر رسول اللہ ﷺ پر وقوف کا شرف نصیب فرمائے تو وہ مسجد قباء میں نماز کے لیے آئے کیوں کہ نبی ﷺ اس کی زیارت کرتے اور اس میں نماز پڑھتے۔ اسی طرح شہداء احد کی قبور کی زیارت بھی کرے کیوں کہ آپ ﷺ ان کی زیارت کے لیے نکلتے ان پر سلام پڑھتے، اسی طرح بقیع قبرستان کی زیارت کرے۔ کیوں کہ نبی ﷺ بقیع والوں کی زیارت فرماتے اور ان پر سلام پڑھتے جیسا کہ صحیح میں مروی ہے۔“

**ضروری تنبیہ:**

ساحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ اور اپنے رسالہ

”التحقیق والایضاح“ میں، اسی طرح ساحۃ الشیخ ابن العثیمین رحمہ اللہ نے بیئۃ التوعیۃ الاسلامیہ فی الحج کے رسالہ میں، فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن محمد السلمان رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف ”اوضح المسالک الی احکام المناسک“ میں اور اسی طرح فضیلۃ الشیخ ابوبکر جابر الجزائری رحمہ اللہ نے ”منہاج المسلم“ میں قبر رسول ﷺ کی زیارت کا استحباب اور مقابر بقیع اور شہداء احد کی زیارت کا مسنون ہونا اس شخص کے لیے ثابت کیا ہے جو مدینہ منورہ سے باہر ہے اور وہ شدر حال کر کے مسجد نبوی کی زیارت کی غرض سے آتا ہے پھر وہ مسجد نبوی کی زیارت کے ضمن میں قبر رسول ﷺ پھر مسجد قباء، مقابر بقیع، شہداء احد کی زیارت سے فیض یاب ہوتا ہے۔

میں نے اپنی کتاب ”مناسک حج وعمرہ“ میں ایسے ہی زائر یعنی مسجد نبوی کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے کے لیے قبر رسول ﷺ مقابر بقیع، شہداء احد کی زیارت کی مشروعیت ثابت کی ہے۔ مگر یہ زیارت مسجد نبوی کی زیارت کے تابع ہوگی جیسا کہ میں نے جواب ملاحظہ میں مشائخ عظام کا بیان کیا ہے۔

چنانچہ میں نے ”مناسک حج وعمرہ“ کے صفحہ ۳۳ پر مسجد نبوی کی زیارت کے عنوان کے تحت یہ تحریر کیا ہے۔ ”اور جس وقت آپ کو مدینہ طیبہ میں جانے کی سعادت نصیب ہو تو آپ پر لازم ہے کہ سب سے پہلے مسجد نبوی کی زیارت کا قصد فرمائیں پھر مدینہ رسول ﷺ میں باقی مقامات کی زیارت مسنون طریقہ سے کریں۔“

چنانچہ ”مناسک حج وعمرہ“ کے صفحہ ۱۵۶ پر قبر رسول ﷺ پر بار بار حاضری کے تحت میں نے یہ لکھا ہے کہ ”مدینۃ الرسول ﷺ کی زیارت کرنے والے شخص کو چاہیے کہ وہ پہلی بارتحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر قبر رسول ﷺ پر سلام کہے۔“ اسی طرح کتاب مذکورہ صفحہ ۱۶۳ پر بقیع قبرستان کی زیارت کے عنوان کے تحت یہ مرقوم ہے:

”مسجد نبوی اور قبر رسول ﷺ سے فارغ ہو کر بقیع قبرستان کی

طرف تشریف لے جائیں۔“

مکتوب نگار صاحب کا یہ فرمانا کہ زائرین کا ہر قدم لغزشوں کا کفارہ، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا موجب اور بلندی درجات کا باعث ہے، یہ بھی بلا دلیل ہے۔

جواباً عرض ہے کہ مکتوب نگار صاحب نے اگر باقاعدہ اور بغور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی ہوتی اور اس کی آیات میں تدبر و تفکر کیا ہوتا تو ان کے سامنے قرآن مجید میں سورۃ یٰسین کی یہ آیت ضرور آتی:

﴿وَنُكْتَبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ﴾

”اور ہم لکھتے ہیں جو (اعمال) انہوں نے آگے بھیجے اور ان کے نشانات۔“

یہاں ﴿ما قدموا﴾ سے مراد وہ اچھے یا برے اعمال ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں آگے بھیجے اور آثار سے مراد یا تو ان کے اچھے یا برے طریقے ہیں جو انہوں نے مرنے کے بعد دنیا میں چھوڑے یا ان کے ان قدموں کے نشانات ہیں جو قدم انہوں نے ان اعمال کی بجا آوری میں اٹھائے۔

عربی، اردو اور پنجابی کی تفاسیر جو مجھے دستیاب ہو سکیں ان سب میں مفسرین حضرات نے آثار ہم کے مذکورہ بالا ہر دو معنی مراد لیے ہیں۔ بلکہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان دو معانی میں سے دوسرے معنی کو ترجیح دی ہے جیسا کہ محترم المقام واجب الاحترام حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ نے اپنی معروف تفسیر احسن البیان میں ذکر فرمایا ہے، آپ لکھتے ہیں:

”امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں مفہوم اپنی جگہ صحیح ہیں ان کے درمیان منافات نہیں، بلکہ اس دوسرے مفہوم میں سخت تنبیہ ہے اس لیے کہ جب قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں تو انسان جو اچھا یا برا نمونہ چھوڑ جائے جس کی لوگ بعد میں پیروی کریں تو وہ بطریق اولیٰ لکھا جائے گا۔“

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے قرآن مجید کے فارسی ترجمہ ”فتح الرحمن“ میں ہر دو معنی کو جمع کر دیا ہے، چنانچہ ان کا فارسی ترجمہ حسب ذیل ہے:

”مے نویسم آنچه پیش فرستاده آند یعنی از اعمال خیر و شر مے

نویسم نقش اقدام ایشان را۔“ [ماخذ از تفسیر محمدی، ج: ۵، ص: ۲۵۵،

تالیف لطیف جد امجد محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ]

علامہ قرطبی تفسیر قرطبی کی جلد ثانی اور صفحہ ۱۲ پر یوں رقم طراز ہیں:

”وَقِيلَ: هِيَ آثَارُ الْمَشَاطِينِ إِلَى الْمَسَاجِدِ.“

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَيْضًا أَنَّ مَعْنَى وَآثَارَهُمْ خُطَاهُمْ إِلَى الْمَسَاجِدِ وَقَالَ النَّحَّاسُ: وَهُوَ أَوَّلَى مَا قِيلَ فِيهِ لِأَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ وَلِئِنْ الْأَنْصَارَ كَانَتْ مَنَازِلُهُمْ بَعِيدَةً عَنِ الْمَسْجِدِ وَفِي الْحَدِيثِ مَرْفُوعًا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يُكْتَبُ لَهُ بِرَجُلٍ حَسَنَةٌ وَتُحْطَ عَنْهُ بِرَجُلٍ سَيِّئَةٍ ذَاهِبًا وَرَاجِعًا إِذَا خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ..... وَفِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَرَادَ بَنُو سَلَمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ قَالَ: وَالْبَقَاعُ خَالِيَةٌ قَالَ: فَيَبْلُغُ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ يَا بَنِي سَلَمَةَ! دِيَارُكُمْ تُكْتَبُ آثَارُكُمْ دِيَارُكُمْ تُكْتَبُ دِيَارُكُمْ تُكْتَبُ آثَارُكُمْ.

”علامہ قرطبی رحمہ اللہ تفسیر قرطبی میں لکھتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ”آثار ہم“ سے مراد مسجدوں کی طرف چلنے والوں کے نشانات ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ آثار ہم سے مراد مسجدوں کی طرف قدموں کے نشانات ہیں۔ نحاس فرماتے ہیں یہ سب سے بہتر معنی ہے جو لیا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ آیت اسی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے وہ اس لیے کہ انصار مدینہ کے گھر مسجد سے دور تھے۔ ایک مرفوع حدیث میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں مسجد کی طرف چل کر جانے والے اور آنے والے شخص کے لیے ایک قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسرے قدم پر گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔“

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا کیوں کہ مسجد کے قریب زمین کے کئی ٹکڑے خالی پڑے ہوئے تھے۔ جب یہ بات اللہ کے نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا:

اے بنو سلمہ! اپنے ہی گھروں میں ٹکے رہو کیوں کہ تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں، اپنے ہی گھروں میں ٹکے رہو کیوں کہ تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دو دفعہ فرمایا۔

اسی طرح علامہ محمد بن علی الشوکانی رحمہ اللہ اپنی تفسیر فتح القدیر کی جلد

نمبر ۴ اور صفحہ نمبر ۳۶۲ پر یوں لکھتے ہیں:

”قِيلَ: وَالْمُرَادُ بِالْآيَةِ أَثَارُ الْمُشَافِقِينَ لِأَلَى الْمَسَاجِدِ وَبِهِ قَالَ جَمَاعَةٌ قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ: مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، قَالَ النَّحَّاسُ: وَهُوَ أَوْلَى مَا قِيلَ فِي الْآيَةِ لِأَنَّهَا نَزَلَتْ فِي ذَالِكَ.“

”یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس آیت سے مسجدوں کی طرف چلنے والوں کے قدموں کے نشانات ہیں۔ ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ جماعت صحابہ اور تابعین کی ہے۔ نحاس نے کہا یہ بھی معنی سب سے بہتر معنی ہے جو آیت میں مراد ہے کیوں کہ یہ اسی میں نازل ہوئی ہے۔“ تیسیر القرآن جلد: ۳، صفحہ نمبر ۲۷۶، پر مفسر قرآن عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں:

اثر کا لغوی معنی دراصل قدموں کے نشان ہیں جو کہ انسان کے چلنے کے بعد زمین پر پڑ جاتے ہیں پھر اس کا اطلاق زمین پر پڑے ہوئے قدموں پر ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قبیلہ بنی سلمہ کے لوگوں نے (جن کے مکان مسجد نبوی سے دور تھے) ارادہ کیا کہ وہ اپنے مکان چھوڑ دیں اور رسول اللہ ﷺ کے قریب آ کر رہائش پذیر ہوں تاکہ آسانی سے نماز باجماعت میں شامل ہو سکیں، آپ ﷺ کو مدینہ کی سرحدوں کا اجڑا بر محسوس ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ کیا تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں لینا چاہتے؟ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آثار ہم سے مراد زمین پر چلنے سے پاؤں کے نشانات مراد ہیں۔“ [بخاری، کتاب الآذان، باب احتساب الآثار]

واجب الاکرام والاحترام مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ اپنی تفسیر احسن البیان کے صفحہ ۲۳۴ پر یوں رقم طراز ہیں:

دوسرا مطلب آثار ہم کا نشانات قدم ہیں یعنی نیکی یا بدی کے لیے جو سفر کرتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے تو قدموں کے نشانات بھی لکھے جاتے ہیں۔ جیسے کہ عہد رسالت میں مسجد نبوی کے قریب کچھ جگہ خالی تھی تو بنو سلمہ نے ادھر منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ جب نبی ﷺ کے

علم میں یہ بات آئی تو آپ ﷺ نے انہیں مسجد کے قریب منتقل ہونے سے روک دیا اور فرمایا: ”دیار کم تکتب آثار کم“ دو مرتبہ فرمایا۔ اشرف الحواشی کے صفحہ ۵۲۸ پر شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہ الفلاح رحمہ اللہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

بعض صحابہ و تابعین نے آثار سے پاؤں کے نشانات مراد لیے ہیں جیسا کہ ابوسعید خدری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو سلمہ نے جو مدینہ کے گوشہ میں رہتا تھا۔ یہ چاہا کہ اپنے پرانے گھروں کو چھوڑ کر مسجد نبوی کے قریب آ کر آباد ہو جائیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا:

”یا بنی سلمہ! دیار کم تکتب آثار کم۔“

اے بنی سلمہ! اپنے موجودہ گھروں میں ٹکے رہو تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں۔

یہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے مگر آیت کو عموم پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔ یعنی یہ کہ آثار سے مراد پاؤں کے نشانات بھی ہیں۔ اور خیر و شر کے پیچھے چھوڑے ہوئے نشان بھی۔ یہ انہوں نے علامہ شوکانی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

### فائدہ:

علامہ شوکانی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں مذکورہ آیت کی روشنی میں بیان کردہ ہر دو معانی کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ ان میں کوئی منافات نہیں دونوں معنی مراد ہیں۔ کیوں کہ یہاں آیت کے عموم کا اعتبار ہے نہ کہ اس کے نزول کے خاص سبب کا۔ یعنی اس آیت کے شان نزول کا سبب جو بھی ہو مگر اس کا مصداق ہر وہ واقعہ ہو سکتا ہے جس پر یہ آیت منطبق ہو سکتی ہے۔ بنا بریں مناسک حج و عمرہ میں مدینہ منورہ کی مسنون زیارات کے عنوان کے تحت میں نے جو یہ لکھا ہے کہ وہاں زائرین کا ہر قدم لغزشوں کا کفارہ، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا موجب اور بلندی درجات کا باعث ہے یہ کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں لکھا ہے۔ مسجد نبوی اور مسجد قباء کی زیارت کرنے والے کے لیے مذکورہ اجر و ثواب تو مکتوب نگار خود تسلیم کر رہے ہیں۔

باقی رہی قبر رسول ﷺ کی زیارت تو وہ مسجد نبوی کی زیارت کے تابع ہے جب کوئی شخص مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کے لیے گھر سے وضو

زیارت مسجد نبوی کی زیارت کے بعد رسول اللہ ﷺ کے خصوصی اور عمومی فرامین کی وجہ سے مستحب اور مسنون ہے مگر صد افسوس! مکتوب نگار صاحب زیارت کے مسائل کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ ذالک مبلغہم من العلم

مکتوب نگار صاحب کا یہ فرمانا کہ قبر رسول اللہ ﷺ البقیع قبرستان یا دیگر مقابر شہداء احد کی زیارت پر اس قسم کی فضیلت (جب کہ مسجد نبوی اور مسجد قباء کے لیے ثابت ہے) کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

جواباً عرض ہے کہ کسی چیز کی فضیلت سے مراد وہ زائد وصف ہوتا ہے جو کسی دوسری چیز میں نہ ہو اور اس میں ضروری نہیں کہ تمام چیزیں فضیلت میں برابر ہوں اور میں یہ سابقاً ذکر کر چکا ہوں۔ جہاں تک قبر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی فضیلت ہے، اس کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

مسجد نبوی کی زیارت کرنے والے کو قبر مکرم کی زیارت بھی ہو جائے گی اگر ہم یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ قبر مکرم کی زیارت افضل ترین عمل ہے اس بارے میں میری یا کسی دوسرے عالم کی تحریر سے اس کی نفی ثابت نہیں ہے۔ مقابر البقیع اور شہداء احد کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

انبیاء کرام، صالحین امت ﷺ اور دیگر افراد کی قبروں کی زیارت کی شرعی حیثیت مسلم ہے بلکہ ہم نے زیارت قبور کو مستحب قرار دیا ہے اور خود رسول اللہ ﷺ جنت البقیع اور شہداء احد کی قبروں کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

#### مذکورہ زیارات پر دلائل:

یاد رہے قبر رسول اللہ ﷺ کی زیارت پر چار طرح کے دلائل کتب زیارات میں مرقوم ہیں:

☆.....حسب ذیل روایات ہیں۔

①.....مسلم شریف کی روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”زوروا القبور فإنھا تذکر الموت.“

کر کے نکلے۔ ☆ پھر مسجد نبوی میں جا کر نماز ادا کرے۔ بعد ازاں قبر رسول ﷺ کی زیارت سے بھی فیض یاب ہو تو آتے جاتے ایک قدم تو نیکی کا موجب اور دوسرا قدم گناہ کا کفارہ ہوگا۔ جیسا کہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ کی تفسیر میں آثار ہم کی تفسیر کے تحت گزر چکا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الجواب الباهر فی زوار المقابر میں صحیح مسلم کی ایک روایت نقل فرمائی ہے جو کہ حسب ذیل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ كَانَتْ خُطْوَاتُهُ إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيئَةً وَالْأُخْرَى تَرْفَعُ دَرَجَةً.“

”جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد (خواہ کوئی بھی مسجد ہو) کی طرف نکلے تو اس کا ایک قدم اس کے گناہ مٹاتا ہے اور دوسرا درجہ بلند کرتا ہے۔“

باقی مقابر البقیع اور شہداء احد کی زیارت کے لیے آتے اور جاتے وقت ہر قدم پر ثواب تو اس پر قرآن مجید میں سورۃ یٰسین کی آیت ﴿وَنَكْتُبُ مَآ قَدُمُوْا وَاَثَارُهُمْ﴾ کی تفسیر میں بیان کر چکا ہوں۔ اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے بنو سلمہ کے لیے ہر قدم پر ثواب کا ذکر فرمایا ہے مگر علامہ شوکانی رحمہ اللہ کے بقول اس آیت کا مصداق ہر وہ نیک عمل ہے جسے ادا کرنے کے لیے کوئی شخص چل کر جاتا ہے خواہ وہ قدم کسی مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے اٹھائے جائیں یا کسی اور نیکی کے سرانجام دینے کے لیے۔ لہذا اگر کوئی شخص مقابر البقیع اور شہداء احد کی زیارت کے لیے چل کر جاتا ہے اور آتا ہے تو اسے بھی ہر قدم پر ثواب حاصل ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز

نیز مکتوب نگار صاحب نے مسجد نبوی اور مسجد قباء ہر دو کی فضیلت بیان کی اور اس سے مراد ان کی یہی تھی اس فضیلت کی وجہ سے جو انہوں نے بیان کی ان کی زیارت جائز ہے۔ مگر قبر رسول اللہ ﷺ مقابر البقیع اور قبور شہداء کی ایسی کوئی فضیلت نہیں جو وجہ زیارت بن سکے۔ حالاں کہ ان کی

☆ عموماً حجاج و معتمرین اپنے گھروں سے شیخ و تہ نمازوں کے لیے وضو کر کے ہی نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مکتوب نگار کو بھی یہ منظر دیکھنے کی سعادت نصیب فرمائے تاکہ ان مقدس مقامات کی زیارت کرنے سے ان کے دل و دماغ کے درپے کھل جائیں اور ان کے سب عقدے حل ہو جائیں۔



②.....مسند احمد کی ایک روایت میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا:  
”فزوروا فلان فيها عبرة.“

③.....مسند احمد کی دوسری روایت میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا:  
”فزوروا فلانها تذکر کم الآخرة.“

④.....سنن ابن ماجہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا:  
”فزوروا القبور فلانها تذهد فی الدنيا وتذکر الآخرة.“

چوں کہ مذکورہ روایات کا مفہوم واضح تھا اس لیے ان کا ترجمہ نہیں کیا۔ تمام علمائے حدیث نے قبر رسول اللہ ﷺ کی زیارت پر مذکورہ روایات کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

☆.....قبر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کو مشروعیت کی دوسری دلیل، حدیث ذیل ہے:

”ما من احد یسلم علیّ إلا ردّ الله علیّ روحی حتی اردّ علیہ السلام.“

”کوئی بھی مجھ پر سلام نہیں بھیجے گا مگر اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیں گے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دے دوں گا۔“

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ”افتضاء الصراط المستقیم“ میں اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ نیز اپنی کئی ایک تالیفات میں اسے بطور دلیل ذکر کیا ہے۔ اسی طرح فضیلۃ الشیخ البانی رحمہ اللہ، ساحتہ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ اور علامہ محمد بشیر سہوانی رحمہ اللہ نے (اتمام الحجہ میں) اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

(مجموعہ فتاویٰ میں) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اسے قبر رسول ﷺ کی زیارت کے لیے بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو حجرہ مبارک میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہو جاتی وہ آپ ﷺ پر درود و سلام ضرور بھیجتا۔ کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”ما من احد یسلم علیّ.“

حجرہ مبارک میں داخل ہونے والے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ آپ ﷺ پر سلام کہے۔ یہی وہ قریب والا سلام جس کا جواب (خود)

رسول اللہ ﷺ دیتے ہیں۔ لیکن وہ سلام جو حجرہ کے باہر نماز کے اندر یا کسی دور دراز مقام سے کہا جائے تو ایسے درود و سلام کے بارہ میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود و سلام کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔“ [صحیح مسلم، کتاب الصلاة،

باب الصلاة علی النبی ﷺ بعد التشہد، حدیث: ۴۰۸]

ردّ سلام والی حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ اپنی مسند میں اور امام ابوداؤد اپنی سنن میں لائے ہیں اور حدیث امام احمد امام ابوداؤد اور ابن حبیب رحمہم کی قابل اعتماد دلیل ہے۔ ان کے نزدیک حجرہ کے پاس سلام کہنا مستحب ہے۔

☆.....قبر رسول ﷺ پر زیارت اور اس پر سلام عرض کرنے کی تیسری دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔ امام مالک اور امام احمد رحمہم نے اسے دلیل بنایا ہے جیسا کہ اتمام الحجہ کے صفحہ نمبر ۱۰۵ پر یوں مرقوم ہے:

امام مالک، ابن حبیب، احمد بن حنبل اور ابوداؤد رحمہم وغیرہ جنہوں نے حجرہ کے پاس سلام کہنا مستحب کہا ہے انہوں نے یا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل سے دلیل لی ہے جیسا کہ امام مالک اور امام احمد رحمہم وغیرہ نے اس سے دلیل لی ہے یا ابوداؤد وغیرہ سے جید سند کے ساتھ مروی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا جواب دینے کے لیے میری روح مجھ پر لوٹا دیتے ہیں اور یہ احمد، ابوداؤد اور ابن حبیب رحمہم کی قابل اعتماد دلیل ہے۔

قبر رسول اللہ ﷺ کی زیارت پر چوتھی دلیل: حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کی بنیاد پر دیا ہے امام مالک رحمہ اللہ کا وہ فتویٰ ”مبسوط“ میں منقول ہے۔ جیسا کہ ”اوضح الاشارة فی الرد علی من اجاز الممنوع من الزيارة“ میں فضیلۃ الشیخ یحییٰ نجی صفحہ ۱۹۵ پر فرماتے ہیں:

”فَقَدْ نُقِلَ فِي الْمَبْسُوطِ عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ:

اس کے قبر نبی ﷺ پر وقوف میں اختلاف ہے۔<sup>☆</sup>  
سبحان اللہ یہ عجب اتفاق ہے کہ مدینہ منورہ کے مفتی اعظم فقیہ  
امت امام مالک رحمہ اللہ نے اندرون مدینہ رہنے والوں کے لیے قبر رسول  
اللہ ﷺ کی زیارت مکروہ قرار دے دی۔ کیوں کہ یہ کام رسول اللہ ﷺ  
کی منشاء ”لا تجعل قبری وثنا یبعد“ کے خلاف ہے۔ اور ادھر شہر  
لاہور کے مفتی اعظم فقیہ ملت نے بیرون مدینہ سے آنے والے حج و عمرہ  
کرنے والوں کے لیے منع کا فتویٰ صادر فرمادیا۔

یہ تھے دلائل قبر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لیے البتہ مقابر  
بقیع اور قبور شہدائے احد کی زیارات کے دلائل دو طرح ہیں:

- ①.....عمومی احادیث: جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔
- ②.....خصوصی روایات جو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور مشائخ کرام  
کے بیانات کے ضمن میں گزر چکی ہیں۔ ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔  
هذا ما عندي والله اعلم وعلمه اتم .



### خطبات جمعة المبارک

مولانا محمد اسماعیل ساجد (جام پور) مدیر جامعہ محمدیہ اہل حدیث رمضان  
المبارک میں درج ذیل مقامات پر خطبات جمعہ ارشاد فرمائیں گے:

۱۔ پہلا جمعہ رمضان المبارک، جامع مسجد اہل حدیث گوالمنڈی،  
راولپنڈی۔ ۲۔ دوسرا جمعہ المبارک، جامع مسجد اہل حدیث برتن بازار وزیر  
آباد۔ [ابوبکر صدیق، جام پور]

وَلَيْسَ يُلْزَمُ مَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ أَوْ خَرَجَ مِنْهُ مِنْ أَهْلِ  
الْمَدِينَةِ الْوُقُوفَ عَلَى الْقَبْرِ وَإِنَّمَا ذَلِكَ لِلْغُرَبَاءِ  
وَنُقِلَ عَنْهُ فِي الْمَصْدَرِ الْمَذْكُورِ أَنَّهُ قَالَ: وَلَا بَأْسَ  
لِمَنْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَنْ يَقِفَ عَلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ  
وَيَدْعُو لَهُ وَلَا يُبَى بِكُفْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

”امام مالک رحمہ اللہ سے مبسوط میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا  
کہ اہل مدینہ میں سے جو شخص مسجد نبوی میں داخل ہو یا اس سے  
نکلے اس پر لازم نہیں کہ قبر رسول اللہ ﷺ پر کھڑا ہو۔ کھڑا ہونا  
صرف مدینہ سے باہر کے مسافروں کے لیے ہے کہ جب وہ  
مدینہ میں داخل ہوں تو قبر پر کھڑے ہوں۔ مذکورہ کتاب میں  
ان سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا اس شخص کے لیے  
کوئی حرج والی بات نہیں جو سفر کر کے مدینہ میں وارد ہوا ہو تو وہ  
قبر نبی ﷺ پر کھڑا ہو اور آپ ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لیے  
دعا کرے یعنی سلام وغیرہ پڑھے۔“

فضیلۃ الشیخ احمد بن یحییٰ انجلی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹۶ پر امام  
مالک رحمہ اللہ کا ابن عبد البہادی سے دوسرا قول بھی نقل فرمایا ہے۔ آپ  
فرماتے ہیں: امام مالک رحمہ اللہ نے یہ بات واضح کی ہے کہ انہیں سلف یعنی  
صحابہ سے یہ بات نہیں پہنچی کہ اہل مدینہ مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت  
قبر رسول ﷺ پر کھڑے ہوتے ہوں سوائے اس شخص کے جو سفر کر کے  
مدینہ میں داخل ہوا ہو۔ باوجودیکہ جو مدینہ میں رہ کر سفر کا ارادہ کرے تو

☆ مگر فضیلۃ الشیخ احمد بن یحییٰ انجلی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۵ پر لکھا ہے کہ مدینہ کا رہائشی جب سفر کا ارادہ کرے تو قبر رسول ﷺ پر کھڑا ہونا جائز ہے۔ جیسا کہ  
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل تھا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

وَمَتَى وَصَلَ الْمُسْلِمُ إِلَى الْمَسْجِدِ سَنَّ لَهُ أَنْ يَزُورَ الْقَبْرَ كَمَا كَانَ يَفْعَلُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَوْ أَرَادَ جَاءَ إِلَى الْقَبْرِ  
فَقَالَ: االسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، االسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ االسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ فَإِذَا قَدِمَ وَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ زَارَ كَمْ  
يُسَنُّ لَهُ أَنْ يَفْعَلَ ذَلِكَ مَرَّةً أُخْرَى إِلَّا عِنْدَ السَّفَرِ أَمَّا الْمُقِيمُونَ بِالْمَدِينَةِ فَلَا يُسَنُّ لَهُمْ ذَلِكَ أَيْضًا إِلَّا عِنْدَ السَّفَرِ أَوْ الْقُدُومِ.  
جب مسلمان شخص مسجد نبوی تک پہنچ جائے تو قبر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کرتے تھے۔ جب وہ سفر سے واپس آتے یا سفر کے  
لیے جاتے تو قبر رسول ﷺ کے پاس آتے تو آپ ﷺ پر اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر سلام کرتے، پس اگر وہ سفر سے واپس جائیں اور مسجد میں نماز ادا کریں تو اب  
ان کے لیے دوبارہ ایسا کرنا جائز نہیں الا یہ کہ دوبارہ سفر اختیار کرے، البتہ مدینہ کے رہائشی حضرات تو ان کے لیے یہ سنت نہیں الا یہ کہ سفر کے لیے مدینہ سے  
باہر جائے یا سفر سے واپس آ جائیں۔

## کتاب اور ستم ظریف عناصر

پروفیسر محمد بشیر متین فطرت

ومعارف کے افادہ عام کی غرض و غایت نسل نو کی فکری و فطری تربیت اور طلبہ و طالبات کی علمی، ادبی، مذہبی اور معاشرتی رہنمائی اور فکری بالیدگی کے مقاصد کے تحت لائبریریاں اور دیگر کتب خانے قائم کیے جاتے ہیں، لوگوں میں از خود کتابیں خریدنے کی سکت روز بروز کم سے کم تر ہوتی جا رہی ہے، ان حالات میں اگر یہ لائبریریاں اور کتب خانے موجود نہ ہوں تو سوچئے کہ علمی کام کرنے والوں کے لیے کتنی مشکلات پیدا ہو جائیں؟ یہ تو حکومت اور محترمہ و علم پرور حضرات کی طرف سے ایک سرچشمہ فیضان عام کی صورت ہے جس سے ساری قوم مستفید ہوتی ہے، افادہ عام کے کام میں رکاوٹ ڈالنے والے، اسے مسدود کرنے یا نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے والے عناصر ملک و قوم کے بھی خواہ نہیں ہیں۔

شرعی احکام کی روشنی میں چلتا ہوا پانی پاک ہوتا ہے بشرطیکہ اس کا رنگ، بو اور ذائقہ برقرار رہے یہ قدرت کی طرف سے چشمہ فیض ہے، جس سے تمام خلق خدا مستفید ہوتی ہے، اس میں پیشاب کرنا، گندگی ڈالنا یا کسی اور طریقے سے اسے آلودہ کرنا نہ صرف ملی اور اجتماعی مفاد و مقاصد کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے بلکہ کسی بھی مسلمہ اخلاقی ضابطے کے خلاف ہے، ایسے فعل کا مرتکب سخت سزا کا حق دار ہے، اسی طرح فیضان علوم و معارف کو محدود و مسدود کرنے والے عناصر کو بھی سخت سزا ملنی چاہیے تاکہ آئندہ کوئی ایسی ناروا حرکت نہ کرے۔

یونیورسٹی کے بعض اساتذہ اپنے لیکچر (Lectur) یا مضمون سے متعلق اکثر و بیشتر کوئی نہ کوئی کتاب اپنی کلاس میں سے کسی طالب علم کو دیتے کہ اس میں سے فلاں فلاں صفحات کی فوٹو کاپی کروا کر تمام طلبہ و طالبات میں تقسیم کر دی جائے، کتاب وصول کرنے والے ”حضرت“

ہر مسجد، بنت کعبہ اور اللہ کا گھر کہلاتی ہے، یہ دونوں نسبتیں اس کی تقدیس و تحریم کے اظہار و اعلان کے لیے بہت کافی ہیں، لیکن عام مشاہدے کی بات ہے کہ مسجدوں سے نمازیوں کے جوتے تک چوری ہو جاتے ہیں، نمازیوں کا روپ دھار کر نمازیوں کے جوتے چرانے والوں کے بارہ میں لسان العصر اکبر الہ آبادی نے اپنے شگفتہ انداز میں کہا تھا:

اپنے جوتوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار  
اک بزرگ آتے ہیں یہاں خضر کی صورت  
”خضر کی صورت“ یہ ٹکڑا سارے شعر کی جان ہے، خضر بالعموم نظر نہیں آتے، کسی موقع پر حکمت و مصلحت ربانی کے تحت نظر آجائیں تو اور بات ہے، شاعر کہتا ہے کہ جوتا چرانے والے ایسے شاطر ہیں کہ پہچان لیے جانے کے خدشہ کے تحت وہ بزرگوں کا بھیس بدل کر بغرض واردات مسجد میں وارد ہوتے ہیں اور مکمل اطمینان سے ”کارِ خاص“ انجام دے کر تشریف لے جاتے ہیں، ان کی کرشمہ سازی کا عقدہ اس وقت کھلتا ہے جب ایک یا زیادہ نمازی حضرات اپنے جوتے نہ ملنے کا وادیا کرتے ہیں، لیکن یہ احتجاج ”گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر“ کی طرح بے سود ہی رہتا ہے۔

کسی بزرگ سے ایک شخص نے دریافت کیا، کہ حضرت، کیا نمازی بھی جوتے چراتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا، بھائی، نمازی کیوں جوتے چرانے لگے؟ البتہ، چور، نمازیوں کی صورت بنا کر بکارِ خاص مسجد میں آ جاتے ہیں، اس طرح وہ چوری بھی کر جاتے ہیں اور نمازیوں کو بدنام بھی کر جاتے ہیں کئی چور گاہے گاہے پکڑے بھی جاتے ہیں۔

علوم و فنون کی نشر و اشاعت اور بزرگانِ دین و ملت کے ملفوظات



الادب“ قائم کیا تھا، ہمارے ایک مہربان بزرگ چودھری فیروز الدین مرحوم اکثر بہ تقاضا دریافت کیا کرتے تھے، مولانا ”آپ کی کتابیں کم ہونا شروع ہوئیں کہ نہیں؟“ مجھے اُن کے اس سوال میں مستور مرخص کی اُن دنوں تو مطلق سمجھ نہیں آئی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کے اس مقولے کی از خود تشریح ہوتی چلی گئی، بالآخر میں نے دارالمطالعہ ہی میں بیٹھ کر مطالعہ کرنے کی پابندی لگا دی، لیکن اس صورت میں مجھے ایسے کتاب خوان حضرات کے ساتھ بیٹھنا پڑتا تھا، یہ ایک الگ در دہ تھا، اسی عرصے میں بسلسلہ ملازمت مجھے لاہور سے باہر گورنمنٹ انٹر کالج فورٹ عباس ضلع بہاول نگر منتقل ہونا پڑا، اس طرح یہ سلسلہ مطالعہ از خود منقطع ہو گیا۔

دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ لائبریریوں اور کتب خانوں میں نو بہ نو حفاظتی انتظامات کے باوجود، تخریب کا اپنے مکروہ دھندے سے باز نہیں آتے، علوم و معارف کے یہ خزانے ان نقب اندازوں اور رخنہ گروں کی وجہ سے نادر و نایاب نسخہ ہائے گراں قدر اور مخطوطہ جات بے بدل سے محروم و تہی دامن ہوتے چلے جاتے ہیں، بعض جراحات پسند، آلات جراحات سمیت لائبریریوں میں قدم رنجہ فرما کر اپنے شوق جراحات سے نادر و نایاب علمی شہ پاروں کو اپنی ستم ظریفی کا مرتع بنا دیتے ہیں، پھر اپنے اس اقدام کے جواز میں ہزار طرح کے مقولات نامعقول اور افسانے تراشتے ہیں من جملہ ازاں، چند سطور ماسبق میں مسطور ہو چکے۔

کتاب جیسے بے ضرر چشمہ فیض اور انمول خزانے کو اپنے شوق جراحات سے مجروح و ناقص بنا دینے اور شائقین مطالعہ کو کتابوں کے ثمرات و برکات سے محروم کر دینے والے عناصر کے ہاتھ کیا آتا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بہت کچھ ان کے ہاتھ آتا ہے، یہ عناصر مختلف گروہوں کی صورت میں دفتری یا ادارہ جاتی اہلکاروں کی ملی بھگت سے کام کرتے ہیں اور اپنی کرشمہ سازیوں سے علم و حکمت کے دفاتر سے معمور کتب خانوں کو محروم اور بانجھ کر دیتے ہیں اور اس وسیلے سے دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتے ہیں۔

شاید کتاب کی بچنی اور سوپ بنا کر پی جانے کے خوگر تھے کہ پھر کتاب کا سراغ تک نہ ملتا، بہت عرصہ گزرنے کے بعد پتا چلا کہ ان ”جو یان علم“ کا نظریہ یہ ہے کہ علم جہاں سے ملے، جیسے ملے حاصل کر لیا جائے اور ہاتھ آئی کتاب کو واپس کرنا صرف نادانی ہی نہیں، علم دشمنی بھی ہے۔ اس طرح یہ ”حضرات عالی مقام“ کتنی ہی کتابیں غصب کر چکے تھے۔

دورانیہ تعلیم (Session) کے اختتام پر طلباء و طالبات کو ان کی جمع شدہ لائبریری سکیورٹی (زیر ضمانت) اس شرط پر واپس ملا کرتی ہے کہ ان کے ذمہ لائبریری کی کوئی کتاب باقی نہ ہو، ان ”حضرات باکرامت“ کو جب معلوم ہوا کہ یہاں تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے تو انہوں نے اس کا یہ حل نکالا کہ سکیورٹی سے دستبرداری اختیار کرتے ہوئے اسی مالیت کی مزید کتاب یا کتابیں اڑالی جائیں۔

چہ دلاور است دُز دے کہ بکف چراغ دارد!  
جرم و گناہ کے ارتکاب پر اس قدر دیدہ دلیر ہو جانا، مسلمات دین سے کس قدر بیگانگی کا مظہر ہے؟ طرہ یہ کہ اس حلقہ حضرات کا ظاہری تشخص مذہبی تعارف سے عبارت تھا اور اس ضمن میں وہ بعض مذہبی امور کی بجا آوری کی ذمہ داری بھی اٹھائے ہوئے تھے! افسوس صد افسوس!

واعظاں کیس جلوہ بر محراب و منبری کنند  
چوں مخلوت می روند، آں کارِ دیگر می کنند  
دین اسلام، تہذیب عمل سکھاتا ہے، اچھے اہداف سے ہمکنار ہونے کے لیے احسن ذرائع (جائز و حلال) اختیار کرنے کا حکم ہے، حرام ذرائع سے حاصل ہونے والے سرمائے سے فرائض و دیگر امور دین کی ادائیگی اور اس کے عند اللہ مقبول و ماحور ہونے کا تصور ہی ناممکن و محال اور دیوانے کا خواب ہے، ایسے عناصر کو تو بہ و تجدید ایمان کی فکر و اہتمام لازم ہے۔

ترسم کہ بہ کعبہ نہ رسی اے اعرابی  
کیں رہ کہ تومی روی بہ ترکستان است  
راقم نے اوائل شباب میں، اپنے جیب خرچ سے پس انداز شدہ اندوختہ سے بڑے والہانہ جوش و جذبہ سے ایک دارالمطالعہ بنام ”بستان

پانی پئے ہوتے ہیں کہ سننے والوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے ہیں، کوئی خریدار قیمت کی بے تحاشا زیادتی پر اعتراض کرے تو یہ کتاب فروش، کتاب کے قدیم و نایاب یا نہایت اہم ہونے اور نئے ایڈیشن کی تازہ قیمت اور روز افزوں گرانی پر لیکچر دینے لگتے ہیں، خریدار بے چارہ خفت سے بچنے کے لیے کچھ روکد کے بعد یا تو کتاب خرید لیتا ہے یا قدم آگے بڑھا لیتا ہے، بعض کتب فروش تو زیادہ قیمت مانگتے ہوئے کسی ندامت کا اظہار کرنے یا اس کا کوئی منطقی جواز پیش کرنے کی بجائے علی الاعلان کہتے ہیں کہ ”خدا اور گاہک سے کم نہیں مانگنا چاہیے۔“

کتاب خواہ، اگر بے تابانی اور شدت احتیاج کا اظہار نہ کرے بلکہ ضبط و اطمینان اور قدرے بے نیازی سے کام لیتے ہوئے معاملہ کرے تو اکثر و بیشتر مناسب قیمت پر مطلوبہ چیز میسر آ جاتی ہے، دیکھا گیا ہے کہ بعض کتاب خواہ، ناواقفیت کے باعث، کتاب فروش کی منہ مانگی قیمت ادا کر کے بھی قدرے خوش گمانی سے ایسے سرشار نظر آتے ہیں گویا ان کو مطلوب درّ شاہوار مفت ہی میسر آ گیا ہو ”نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز“ کے مقولے پر عمل پیرا، ان حضرات کے رویے سے کتاب فروشوں کی نخوت اور گراں فروشی کے رجحان کو تقویت ملتی ہے اور دیگر شائقین و طالبین کتب کے لیے مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ لوٹ کھسوٹ کے اس عمومی رجحان اور رویے کے برخلاف بعض کتب فروش اہل علم کے قدر دان بھی ہیں وہ انہیں خوب پہچانتے اور حسن معاملہ سے پیش آتے ہیں۔ بقول شخصے بادی تغیر:

کچھ ان میں ہیں اللہ کے بندے بھی، مگر کم ہے ورنہ یہی عام علامات کا نقشہ  
فٹ پاتھ (Footpath) پر سجنے والے کتاب بازاروں میں بعض علمی نوادرو جرائد کے مکمل فائل بھی دکھائی دیتے ہیں متعدد جلدوں پر مشتمل ضخیم کتابوں اور انسائیکلو پیڈیا کے سیٹ بھی نئی پرانی حالت میں مل جاتے ہیں، بعض کتب پر سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کی مہریں وغیرہ بھی نظر آتی ہیں، مختلف شخصیات کی طرف سے اپنے اعزاء و احباب اور صاحبانِ مسند و اقتدار اور دیگر کرم فرما حضرات کو تحفہً پیش کی گئی (اور

اکثر سنا ہے کہ بعض مویشی چور اور رسہ گیر عناصر اپنی سرگرمیوں میں ضلعی، صوبائی اور دریائی حدود کو بڑی اہمیت دیتے ہیں، اس پار کے مویشی چرا کر اُس پار پہنچ آئے اور اُس پار سے چوری کردہ مال اس پار لا کر فروخت کر دیا، اس کام کو باقاعدہ دھندے اور پیشی کی صورت دے کر انہوں نے اس کے فروغ و وسعت کا مکمل نظام کار (Net Work) قائم کر رکھا ہے، ظاہر ہے کہ اس کام کے تسلسل میں بعض پردہ نشینوں کی آشیر باد اور خصوصی تعاون قدم قدم پر ان کا مشکل کشا و ہنگیر ہوتا ہے۔

اسی طرح سارقانِ کتب جس شہر سے کتابیں اُڑاتے ہیں، اسی شہر میں انہیں فروخت نہیں کرتے، بلکہ ان کتابوں کو وہ بطور خاص متفرق انداز میں مختلف شہروں میں موجود اپنے منتخب بھائی بندوں کے ذریعے رفتہ رفتہ فروخت کرتے ہیں، کوئی بڑی مچھلی جال میں آ جائے تو بات اور ہے۔

پراپرٹی ڈیلر، اسٹیٹ ایڈوائزر اور ان کے حواری سرمایہ کار (Investors) بعض قطعاتِ اراضی اور مکانات وغیرہ کو بیعاً نہ در بیعاً نہ ہی کے ذریعے کئی ہاتھوں میں فروخت کر کے ہوش ربا گرانی کا باعث بنتے ہیں اور بالا بالا ہی ساری بالائی خود اڑا لے جاتے ہیں، فصلوں، باغات اور دیگر کئی شعبہ جات کے چیدہ چیدہ کارکنانِ قضا و قدر اور اربابِ بست و کشاد بھی ایسے ہی دھندے سے سروکار رکھتے ہیں، کتابی دنیا کا مالِ مسروق بھی اسی طرح ہاتھوں ہاتھ کئی ہاتھوں سے ہوتا ہوا بالآخر کسی بڑے جغادری کے ہتھے چڑھ جاتا ہے جو اپنے ساہوکاری ذہن کے اختراعی کرشمے دکھاتے ہوئے بسا اوقات کتابوں کی ظاہری ہیئت کو یکسر تبدیل کر کے اپنے بندگانِ خاص کے ذریعے اہل طلب سے ان کے کئی گنا دام کھرے کرتا ہے اور بعد میں آنے والوں کے لیے بڑے ”روشن سنگ میل“ قائم کرتا چلا جاتا ہے۔

فٹ پاتھ (Footpath) پر سجنے والے کتاب بازار، اور پرانی اور نادر و نایاب کتابوں کے دیگر مراکز اکثر و بیشتر ایسے ہی شعبہ بازاروں کے دم قدم سے آباد ہیں، جہاں بعض اوقات نہایت نادر و نایاب علمی جواہر پارے بھی دستیاب ہو جاتے ہیں، کتاب فروش بھی گھاٹ گھاٹ کا

اشتہار کے طرف کی خیر انداز ترغیب کا اظہار ہے جو ”پیغام قرآن“ میں ایک سے زیادہ جگہ شائع ہوا ہے، ملاحظہ کیجیے:

”اسلام زندہ باد

یہ ایک ایسی عجیب، مفید اور عظیم کتاب ہے، جس سے پڑھنے والوں کے عشق و ایمان زندہ ہو جائیں گے، یہ کتاب ہر ایک مسلمان کو قرض لے کر بھی خریدنی چاہیے، عورتوں، بچوں اور مردوں کے لیے یکساں مفید ہے..... جو اصحاب خشک دینی کتابیں نہیں پڑھ سکتے، یہ تازہ و شاداب کتاب ان کے لیے لکھی گئی ہے تاکہ وہ اسلامی فرائض، اخلاق، روایات اور تاریخ کی عظمت و شان کا مطالعہ کر لیں.....“

اب ایک طرف یہ دلولہ انگیز اور شوق آفرین اشتہار ہے کہ پڑھنے والوں کی اشتہائے مطالعہ کو انگیزت کر رہا ہے کہ اگر ان کے پاس رقم موجود نہیں بھی تو کیا ہوا، کتاب ایسی اہم ہے کہ وہ بلا تا مل قرض لے کر بھی اسے خرید لیں، گویا:

مفت کی ملتی نہیں، ظالم، تو پی لے کر اُدھار دوسری طرف کتاب چوری یا کتاب خوری کا خدشہ کہ کتاب جاتی رہے گی، بصورت دیگر یہ نادر موقع جاتا رہے گا، حالاں کہ حج، جو دین اسلام کا بنیادی رکن ہے اس کی ادائیگی کے لیے قرض لینا جائز نہیں، ادھر اس کتاب کے ناشر کا فرمان، ”یہ کتاب ہر مسلمان کو قرض لے کر بھی خریدنی چاہیے۔“

اب، ہم جیسے کمزور شائقین، متذبذب اور متوہم ہوئے جاتے ہیں کہ اندریں صورت کیا کریں؟

عاشقی صبر طلب ، اور تمنا بے تاب  
دل کا کیا رنگ کروں ، خونِ جگر ہونے تک!  
(☆☆☆.....))

ملک عبدالرشید عراقی کا موبائل نمبر

0303-4553466

احباب نوٹ فرمائیں۔

بعض اوقات ورق کٹے بغیر) کتب بھی فٹ پاتھ پر اپنے کسی قدردان کی منتظر اور بزبان حال یہ فریاد کرتی نظر آتی ہیں:

میری قسمت کے خریدار، اب تو آجا بعض اصحاب ذوق اور علم دوست حضرات کی عمر بھر کی محنت و جستجو سے سجایا ہوا علمی گلستان، ان کی وفات کے بعد ان کے بے ذوق اور غیر علمی مزاج وارثوں کی خانہ براندازی کے باعث بڑی بے دردی اور ستم ظریفی سے منتشر ہوتا ہوا فٹ پاتھ پر بھی پہنچ جاتا ہے، فٹ پاتھ کے کتاب فروش تو ایسی سوغات کے لیے چشم براہ ہوتے ہیں وہ ان لاوارث نوادر کو برائے نام قیمت پر خرید کر من مانی قیمت پر فروخت کرتے ہیں گویا:

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی  
اوخانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی  
کی عملی تفسیر کا ایک عبرت انگیز نظارہ نظر آتا ہے!  
کبھی کبھی صاحبان ذخیرہ کتب کے حین حیات بھی، ان کی بعض بیگمات والا صفات کی صفائی پسند طبیعت بھی ایسے علمی نوادر کا صفایا کر دیتی ہے اپنے حسن پر مغرور اور یکتائی کے زعم میں مبتلا ایسی بیگمات، ان کتابوں کو اپنی سون قرار دیتی ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے وہ اپنے شوہر نامدار کی پوری الفت والتفات سے محروم رہتی ہیں۔ لہذا وہ انہیں بیک جنبش دست جفا و ستم بے خانماں و برباد کر دیتی ہیں اور کبھی ان گھروں میں کام پر مامور نوکر اور نوکرانیاں بالائی آمدنی یا بونس کے لالچ میں ایسے کاموں کے رسیا ہو جاتے ہیں اور موقع ملتے ہی اپنے مالکان فراخ دل کے دسترخوان علمی سے ایسے ”حشو و زوائد“ کو کافر کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے بھی ان کتابوں کے نکاس کا کوئی خاطر خواہ و محفوظ راستہ یا سرنگ بنا رکھی ہوگی!

پچھلے دنوں، فٹ پاتھ کے کتاب بازار سے ”پیغام قرآن“ نامی ایک کتاب ملی، یہ کتاب مصر کے نامور عالم سید محمد رشید رضا مصری مرحوم کے دس خطابات بعنوان ”مقاصد قرآن پر مشتمل ہے“ سیرت بک ڈپو، پٹی۔ ضلع لاہور نے قیام پاکستان سے پہلے اسے شائع کیا تھا، ہمارا مقصود اس تمہید سے ”اسلام زندہ باد“ نامی ایک کتاب کے بارے میں ایک

## رؤیت ہلال کی شرعی حیثیت

عبدالرحیم بلتستانی

تَرَوْهُ فَلِإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْذَرُوا لَهُ - [صحیح بخاری،

رقم: ۱۹۰۶ - صحیح مسلم: ۱۰۸۰]

”تم اس وقت تک روزہ نہ رکھو جب تک رمضان کا چاند نہ دیکھ لو اور روزہ افطار بھی نہ کرو (روزہ رکھنا نہ چھوڑو) جب تک (عید کا) چاند نہ دیکھ لو۔ اگر آسمان پر بادل ہوں تو (تمیں) روزے (پورے کرلو۔“

○..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أَكْشَهْرُ تِسْعٍ وَعِشْرُونَ لَيْلَةً، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَلِإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ - [صحیح بخاری، رقم:

۱۹۰۷ - صحیح مسلم: ۱۰۸۰]

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہینہ ۲۹ راتوں کا بھی ہوتا ہے تم روزہ نہ رکھو جب تک (چاند) کو دیکھ نہ لو پھر اگر تم پر بادل ہوں تو ۳۰ دن کی گنتی پوری کر لو یعنی رمضان کے ۳۰ دن پورے کرلو۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ صُومُوا لِلرُّؤْيَةِ وَأَفْطِرُوا لِلرُّؤْيَةِ فَلِإِنْ غَبَى عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ - [صحیح بخاری، رقم: ۱۹۰۹ - صحیح مسلم: ۱۰۸۱]

”ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ کی ابتداء کرو اور چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چھوڑ دو۔ اگر تم پر مطلع صاف نہ ہو تو تم شعبان کے ۳۰ دن کی گنتی پوری کرو۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ اللَّهَ قَدْ مَدَّ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لَيْلَةٌ رَأَيْتُمُوهُ -“

”بے شک اللہ تعالیٰ نے چاند کی رؤیت میں تاخیر کردی (یعنی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْإِهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ [البقرة: ۱۸۹]

”لوگ آپ سے نئے چاند کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ یہ لوگوں کے لیے وقت مقرر کرنے کا ذریعہ ہے اور ایام حج معلوم کرنے کا بھی۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ چاند کیوں پیدا کیا گیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْإِهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ [البقرة: ۱۸۹]

آپ ﷺ نے فرمایا کہ چاند کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان چاند کو دیکھ کر روزے کا مہینہ اور روزہ کی افطاری کا وقت اور عورتوں کے ماہواری کے ایام معلوم کر سکتے ہیں۔ [تفسیر القرآن العظیم: ۱/ ۵۲۲]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جَعَلَ اللَّهُ الْأَهْلَةَ مَوَاقِيتَ لِلنَّاسِ فَصُومُوا لِلرُّؤْيَةِ فَلِإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا -“ [مستدرک حاکم: ۱/ ۴۲۳ - مصنف عبدالرزاق، رقم: ۷۳۰۶،

۱۵۶/۴]

”اللہ تعالیٰ نے چاند کو بنایا کہ لوگ اپنے مقررہ اوقات معلوم کریں۔ لہذا چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو اگر تم پر بادل چھا جائے تو تم ۳۰ دن مکمل کرو۔“

○..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ رمضان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهَالَ وَلَا تَفْطَرُوا حَتَّى

### گواہی قبول کرنے کی شرائط:

①.....مسلمان ہونا ضروری ہے۔

”فَلَمَّا شَهِدَ شَاهِدَانِ مُسْلِمَانِ فَصُومُوا وَأَفْطَرُوا۔“

[مسند احمد: ۴/۳۲۱۔ ارواء الغلیل، رقم: ۹۰۹]

”اگر دو مسلمان گواہی دیں تو روزہ رکھو اور (دو کی گواہی کے ساتھ) روزہ رکھنا چھوڑ دو۔“

②.....گواہ دینا تدار ہو:

”فَلَمَّا لَمْ نَرَهُ وَشَهِدَ شَاهِدًا عَدْلًا نَسْكُنَا

بِشَهَادَتِهِمَا۔“ [ابوداؤد: ۲۳۳۸۔ دارقطنی: ۱۶۷/۲]

”اگر ہم چاند نہ دیکھ سکیں دو دیانت دار گواہ (چاند دیکھنے کی) گواہی دے دیں تو ہم ان کی گواہی کی وجہ سے روزہ رکھ لیں گے۔“

③.....کلمہ کا اقرار کرنا:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ كَا قَرَارِ كَرْنَا۔ [ابوداؤد، رقم: ۲۳۴۰]

قاضی شوکانی رحمہ اللہ اس کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

رمضان شروع ہونے کے متعلق ایک آدمی کی گواہی ہی کافی ہے۔ یہی موقف عبد اللہ ابن مبارک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ کا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ اس بات کو سب سے زیادہ معتبر قرار دیتے ہیں۔

[نیل الاوطار: ۲۲۶/۸، ۲۲۷]

### چاند دیکھنے کی دعا:

جو مسلمان رمضان المبارک کا چاند یا اس کے علاوہ دوسرے

مہینوں کا چاند دیکھے تو اسے چاہیے کہ یہ دعا پڑھے:

”اَللّٰهُمَّ اِهْلِلْهُ عَلَيْنَا بِالْيَمْنِ وَالْاَيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ۔“

”اے اللہ تو اسے ہم پر (برکت) امن اور ایمان اور سلامتی اور

سلام کے ساتھ طلوع فرما۔ اے چاند! میرا رب اور تمہارا رب

اللہ ہے۔“ [ترمذی: ۳۴۵۱، اسنادہ صحیح]

سنن الدارمی میں باليمن کی جگہ بِالْاَمْنِ ہے۔

[سنن الدارمی: ۱۶۸۸]

نظر نہ آنے دیا) لہذا وہ اسی رات کا مانا جائے جس رات کو تم نے اسے دیکھا۔“ [صحیح مسلم]

### سابقہ احادیث کی تشریح:

آیت و صحیح احادیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

①.....رمضان کی ابتدا اور انتہا پر روزہ دار کے لیے چاند دیکھنے کا حکم ہے۔

②.....مہینا کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا۔ اسی طرح

رمضان کا مہینا بھی کبھی ۲۹ دن کا ہوگا اور کبھی ۳۰ دن کا۔ اسی وجہ سے اگر ۲۹ رمضان کو شوال کا چاند نظر آئے تو اگلے دن عید ہوگی ورنہ اگلے روز رمضان کی ۳۰ تاریخ ہوگی۔

③.....جہاں مطلع صاف ہو وہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو چاند نظر آئے گا اگر وہاں بھی چاند نظر نہ آئے تو بدرجہ اولیٰ لوگوں کے لیے بھی رمضان کے مکمل ۳۰ دن پورے کرنے کا حکم ہے۔

### تاخیر سے ملنے والی خبر بھی معتبر ہے:

”عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ فَقَدِمَ أَغْرَابِيَانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّهِ لَا هُلَاَ لِهَلَالِ أَمْسٍ عَشِيَّةٍ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ النَّاسَ أَنْ يَفْطَرُوا زَادَ خَلَفَ فِي حَدِيثِهِ أَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ۔“

[ابوداؤد: ۲۳۳۹]

”رمضان کے آخری دن کے متعلق لوگوں کا اختلاف ہو گیا تو

دو اعرابی آئے اور انہوں نے نبی ﷺ کے سامنے گواہی دی

(قسمیں اٹھائیں) کہ انہوں نے کل شام کو چاند دیکھا ہے تو

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ روزہ افطار کر لیں۔ خلف

بن ہشام کی روایت میں مزید یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: اگلے

دن صبح کو (عید پڑھنے کے لیے) عید گاہ جائیں۔“

فائدہ: رمضان المبارک کا چاند ہو جانے کا یقین یا تو شعبان کے

تیس دن پورے ہو جانے پر ہے یا لوگوں کی گواہی پر کہ انہوں نے چاند

دیکھا ہے۔

# موسیقی، رقص و سرود اور ناچ گانے کی شرعی حیثیت

حافظ عثمان فاروقی (مدرس دارالسنہ اسلامک کالج، لاہور)

اور گانے کی چیزوں کا سننا ہے۔  
نیز فرماتے ہیں: ایسے لوگوں کی شیطانی طاقت بانسریاں سنتے  
وقت افزوں ہو جاتی ہے۔ [الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان]  
امام ابن قیم رحمہ اللہ کا فتویٰ:  
گانا درحقیقت شیطان کا کلام ہے۔ [اغاثۃ اللہفان]  
عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ:  
گانا سننا حرام اور انتہائی برا فعل ہے..... اور جب گانے کے  
ساتھ موسیقی ہو مثلاً بانسری، ستار اور طبلہ وغیرہ تو حرمت اور زیادہ بڑھ  
جاتی ہے۔ [مجلہ دعوتہ شمار: ۹۰۲]

## علمائے احناف کے اقوال

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:  
قرآن کی آیت جس میں مومنین کی صفت بیان کی گئی ہے: ﴿لَا  
یَشْهَدُونَ الزَّوْرَ﴾ وہ زور میں حاضر نہیں ہوتے۔ امام صاحب  
فرماتے ہیں: ”زور“ سے مراد گانا ہے۔ [المبسوط: ۱/۳۲، ہدایہ  
کتاب الشهادات: ۳/۱۶۲]  
دوسرا فتویٰ: موسیقی سننا حرام ہے۔ [قرطبی: ۵۵/۴۱]  
امام سرحسی کا فتویٰ:  
گانا گانے والے کی گواہی قبول نہیں۔ [خلاصۃ الفتاویٰ: ۳/۳۵۷]  
امام محمد کا فتویٰ:  
بانسری اور گانا حرام ہے۔  
امام ابن ہمام کا فتویٰ:  
گانا بجانا حرام ہے۔ [فتح القدیر: ۶/۳۶]  
اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ:

اب ذیل میں قرآن و سنت اور سلف کے اقوال حرمت ساز،  
موسیقی سرور و جد پر پیش خدمت ہیں۔  
**قرآن سے دلیل:**  
﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ.....﴾  
اس کی مختصر تفصیل گزر چکی ہے۔  
**سنت سے دلیل:**

۱۔ لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحر والحریر  
والخمر والمعازف۔ [بخاری]  
”میری امت میں ایسے لوگ ضرور ہوں گے جو زنا، ریشم،  
شراب اور گانے باجے کے آلات کو حلال کریں گے۔“  
ابن قیم فرماتے ہیں:  
”معازف ہر قسم کے گانے بجانے کے آلات کو کہا جاتا ہے۔“

[اغاثۃ اللہفان: ۱/۲۶۰]

②..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:  
آخری زمانہ میں اس امت کے کچھ لوگوں کو مسخ کر کے بندر اور  
خنزیر بنادیا جائے گا صحابہ کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا:  
اتخذوا المعازف والدفوف.

[اغاثۃ اللہفان: ۱/۲۶۵]

”وہ لوگ گانے بجانے کے آلات اور دفوں کو اپنالیں گے۔“

## علماء کے اقوال

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:  
شیطانی اقوال کو جو چیزیں قوت پہنچاتی ہیں ان میں سے لہو و لعب



دلیل پیش کرے تو وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں کسی فقیہ نے کسی زمانے میں سرود کے جائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی رقص کو جائز قرار دیا ہے۔  
[مکتوبات، مکتوب نمبر: ۲۶۶]

موسیقی رقص و سرود کی حرمت پر فقہاء کا اجماع:

امام بغوی رحمہ اللہ شرح السنہ میں رقم طراز ہیں:

ساز باجوں کے حرام ہونے پر تمام فقہائے امت نے اتفاق

واجماع کیا ہے۔ [المرواۃ: ۱۳۵۹]

انصاف آپ کریں!

قرآن و سنت ائمہ اربعہ اور صوفیاء کے اقوال میں ان چیزوں سے سخت نفرت کا اظہار کیا ہے جب کہ مجوزین ان آثار و اخبار اور اقوال سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس تاویلات اور قرآن و سنت کے ترجمے میں ہیر پھیر کے سوا کچھ نہیں۔



رمضان المبارک کے احکام و مسائل سے مکمل واقفیت کے لیے  
پروفیسر حافظ عبدالستار حامد کی مستند، مدلل اور انعام یافتہ کتاب

## “انوارِ رمضان”

کا مطالعہ فرمائیں

مصنف کی دیگر تالیفات

- ☆ خطبات سورۃ فاتحہ ☆ خطبات آیۃ الکرسی ☆ خطبات سورۃ یوسف
- ☆ خطبات سورۃ مریم ☆ خطبات سورۃ کہف ☆ خطبات سورۃ نور
- ☆ خطبات سورۃ یاسین ☆ خطبات سورۃ نکاح ☆ خطبات سورۃ کوثر
- ☆ خطبات سیرت مصطفیٰ ﷺ ☆ توحید اور شرک کی حقیقت

ملنے کے پتے

لاہور: ☆ نعمانی کتب خانہ ☆ اسلامی اکادمی ☆ مکتبہ قدوسیہ ☆ دارالکتب السلفیہ  
گوجران والا: ☆ مکتبہ نعمانیہ ☆ والی کتاب گھر  
فیصل آباد: ☆ مکتبہ اسلامیہ ☆ مکتبہ اہل حدیث ملتان: ☆ فاروقی کتب خانہ

ناشر: حامد اکیڈمی۔ محلہ کٹڑہ مائی۔ وزیر آباد۔ فون: 0300-6207801

ایسی قوالی جس میں سارنگیاں اور ڈھول بچ رہے ہوں اس قوالی کے سب حاضرین گنہگار ہیں۔ [احکام شریعت: ۱/ ۶۱]

## دیگر ائمہ و علماء کے اقوال

امام شافعی کا فتویٰ:

گانا بجانا نا پسندیدہ عمل ہے جو باطل فعل سے مشابہ ہے۔

[الام: ۸/ ۳۱۱]

امام احمد کا فتویٰ:

آپ کسی کے پاس آلات موسیقی دیکھئے تو چھین کر توڑ ڈالئے۔

[الامر بالمعروف والنہی عن المنکر: ۴/ ۶]

امام مالک کا فتویٰ:

آپ کے نزدیک یہ کام فسق و فجور میں شامل ہے۔

[تلبیس ابلیس: ۲۲۹]

علامہ ابن رشد کا فتویٰ:

گانا بجانا اور آلات موسیقی سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں صرف نکاح کے موقع پر دف بجانے کی اجازت دی گئی ہے اور اگر دف وغیرہ پر گھنگھرہ وغیرہ لٹکے ہوئے ہوں تو یہ بھی حرام ہے۔ [مواعظ الجلیل: ۳/ ۶]

شہاب الدین سہروردی کا قول:

ناچنے اور گانے کے اجتماعات صوفیاء کے ہاں ناجائز و مردود

ہیں۔ [عوارف المعارف: ۱۷۸]

نصیر الدین طرطوسی کا فتویٰ:

ان سے پوچھا گیا: بعض لوگ ایک جگہ بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اس کے بعد ایک شخص اٹھ کر اشعار گاتا ہے سب مست ہو کر رقص کرتے ہیں اور دف بجاتے ہیں تو آپ نے جواب دیا۔ اکابرین

صوفیاء کے نزدیک ایسا کرنا غلط ہے۔ [کف الرعاع: ۱/ ۵۱]

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کا قول:

آیات و احادیث اور فقہی روایات گانے بجانے کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے اگر کوئی شخص ان کے جائز ہونے کی

# شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی حکمرانی کے پانچ سال

عبدالملك مجاہد، الرياض

اداکر دے تو حکومت اس کی آخری قسطیں معاف کر دیتی ہے۔ آل سعود کی مضبوط حکومت کا اصل راز اس کی عوام میں مقبولیت ہے۔ وہ اپنے بادشاہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں اور بادشاہ بھی اپنے عوام کی بہتری کے لیے ہر وقت سوچتے رہتے ہیں۔ سعودی عرب دنیا کا واحد ملک ہے جہاں پٹرول نہایت سستا ہے۔ شاہ عبداللہ نے اپنے عوام کی سہولت کے پیش نظر ۱۴۲۷ھ کے آغاز میں پٹرول کی قیمت ۹۰ ہبلہ فی لیٹر سے ۶۰ ہبلہ فی لیٹر کر دی (۱۰۰ ہبلہ = اریال)۔ یہ ان کا نہایت تاریخ ساز فیصلہ تھا۔ ہر چند کہ پوری دنیا میں مہنگائی کا طوفان آیا ہوا ہے جس سے سعودی معیشت بھی یقیناً متاثر ہوئی مگر آج بھی دیگر ممالک سے مقابلہ کیا جائے تو سعودی عرب بہت سارے سیکٹرز میں دنیا کا نہایت سستا ملک ہے۔ پٹرول کے رعایتی نرخوں نے ملکی اقتصادیات پر بڑا مثبت اثر ڈالا اور ٹرانسپورٹ سمیت بہت سے شعبوں میں اشیاء کی قیمتیں کم ہوئیں۔

شاہ عبداللہ کے دور میں سعودی عرب کی معیشت نے بے حد ترقی کی۔ دنیا میں سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے والا یہ ملک اقتصادی اعتبار سے بڑا مضبوط ہے۔ جتنا کیش فلو اس ملک میں میسر ہے شاید ہی کسی دوسرے ملک میں دولت کی اس قدر ریل پیل ہو۔

سعودی عرب کو اللہ تعالیٰ نے جہاں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے وہاں حرمین شریفین کا وجود سب سے بڑی نعمت اور باعث برکت ہے۔ دنیا میں کون سا ایسا مسلمان ہوگا جس کا دل حرمین شریفین کے لیے نہ دھڑکتا ہو اور وہ یہاں کی زیارت کے لیے نہ آنا چاہتا ہو۔ سعودی حکمرانوں نے ہر دور میں حرمین شریفین کی توسیع کو اولیت دی ہے۔ خادم الحرمين الشريفين کہلانے والے شاہ عبداللہ نے اپنے عہد میں حجاج اور

تین ماہ قبل شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز ؒ کو سعودی حکومت سنبھالے ہوئے پانچ سال پورے ہو گئے۔ انہوں نے ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۶ ہجری کو اپنے بھائی شاہ فہد بن عبدالعزیز ؒ کی وفات کے بعد حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی۔ آج کل سعودی عوام اپنے محبوب قائد کو ان کی پانچ سالہ حکومت کے پورے ہونے پر خراج تحسین پیش کر رہے ہیں۔ اخبارات نے اس موقع پر خصوصی ایڈیشن شائع کیے ہیں۔ ریڈیو اور سیٹلائٹ چینلز نے اس مناسبت سے رنگا رنگ سیشل پروگرام پیش کیے ہیں۔

شاہ عبداللہ اپنے والد ملک عبدالعزیز ؒ کے بارہویں بیٹے ہیں ۱۹۲۳ء میں ریاض میں پیدا ہوئے اور اپنے والد شاہ عبدالعزیز آل سعود سے بہت کچھ سیکھا۔ ان کی تعلیم و تربیت شاہی ماحول میں ہوئی۔ ان کے والد نے اپنی اولاد کے لیے خصوصی تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ علاوہ ازیں بڑے بڑے علماء و مشائخ شہزادوں کی تعلیم کے لیے مختص تھے۔ شاہ عبداللہ کی ساری زندگی حکومتی ذمہ داریوں کو نبھاتے گزری ہے۔ وہ اعلیٰ درجے کے منتظم ہیں اور نہایت جفاکش اور سختی ہیں۔ نہایت عمدہ صحت، لمبے قد کے خوب صورت شاہ عبداللہ نے گزشتہ پانچ برسوں میں اپنے ملک کو خوب ترقی دی ہے۔ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے انہوں نے اپنے دور میں تعلیم پر خوب توجہ دی ہے۔ سعودی عرب ایک ترقی پذیر ملک ہے۔ اقتصادی اعتبار سے دنیا کے امیر ترین ملکوں میں شمار ہوتا ہے۔ سعودی عوام کو حکومتی تعاون اور مدد اس طرح ملتی ہے کہ انہیں انڈسٹری لگانے کے لیے بغیر سود کے بیس سال کے لیے قرضہ دیا جاتا ہے جس کی ادائیگی بڑی آسان قسطوں میں ہوتی ہے۔ اگر کوئی پوری ذمہ داری سے قسطیں



ہدایت پر ایک جامع منصوبہ بنایا گیا ہے جس کے تحت جدہ سے مکہ مکرمہ تک اور پھر مدینہ طیبہ تک ٹرین چلانے کا پروگرام ہے۔ اس منصوبے کو حرمین ٹرین کا نام دیا گیا ہے۔

دوسالوں میں ان شاء اللہ دنیا کے مقدس ترین شہروں کے درمیان ٹرین چلنی شروع ہو جائے گی۔ جدہ کے ایئرپورٹ سے شروع ہو کر یہ ٹرین پہلے جدہ شہر اور پھر مکہ مکرمہ روانہ ہوگی۔ ریلوے لائن کی دورویہ پٹری کے ڈیزائن بڑی حد تک مکمل ہو چکے ہیں جن کے مطابق مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تک اور جدہ سے مکہ مکرمہ تک ریلوے لائن بچھائی جائے گی۔ اس ٹرین کے چار بڑے اسٹیشن ہوں گے۔ پہلا اسٹیشن کنگ عبدالعزیز ایئرپورٹ، دوسرا اسٹیشن جدہ سٹی سنٹر، تیسرا مکہ مکرمہ اور چوتھا مدینہ طیبہ ہوگا۔ تین سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والی یہ ٹرین صرف آدھ گھنٹے میں مکہ مکرمہ پہنچ جایا کرے گی۔ مکہ مکرمہ یا جدہ سے مدینہ طیبہ کے لیے حرمین ٹرین ۴۵۰ کلومیٹر کا فاصلہ صرف دو گھنٹے میں طے کرے گی۔ حرمین ٹرین شرق الاوسط میں سب سے زیادہ تیز رفتار ٹرین ہوگی۔ اس طرح حجاج اور معتمرین کو نہایت مہفوظ اور تیز وسیلہ سفر میسر آ جائے گا۔

مکہ مکرمہ یا جدہ سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے راستہ میں پہاڑی سلسلہ ہے۔ وادیاں ہیں اور صحراء بھی ہے۔ فاصلوں کو کم کرنے کے لیے کئی سرنگیں اور فلائی اوور پلوں کو بنانے کا منصوبہ شروع کر دیا گیا ہے۔ کل ۹۴ نئے پل بنائے جائیں گے۔ اس وقت تک ۱۲ پلوں کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ ان پلوں کی کل لمبائی ۱۰۸۵۰ میٹر ہوگی۔ سعودی عرب میں ابھی تک اونٹ صحراء میں چرتے ہیں۔ دوران سفر آپ کو دور دور تک صحراء میں اونٹ چرتے دکھائی دیتے ہیں۔ پہلے بدو پیدل ان کے پیچھے بھاگتے تھے۔ اب گاڑیاں لیے وہ اپنے اونٹوں کا تعاقب کرتے نظر آتے ہیں۔ اونٹوں کے گزرنے کے لیے خصوصی طور پر ۱۳ پل بنائے جائیں گے۔ بارش کے پانی کو گزرنے کے لیے ۱۴ پل بنائے جائیں گے۔

وزارت ٹرانسپورٹ نے اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے مقررہ وقت

معتمرین کی سہولتوں میں مزید اضافوں کے احکامات جاری کیے۔ انہوں نے ذاتی طور پر ان منصوبوں میں دلچسپی لی۔

اگر مدینہ طیبہ جائیں تو بقیع الغرقہ کی جانب آپ کی حدنگاہ تک مسجد کی توسیع کے اقدامات اور ترقیاتی کام نظر آئیں گے۔ جمعہ اور عیدین کے موقع پر مسجد نبوی کے طویل وعریض صحن نمازیوں سے بھر جاتے تھے۔ رمضان المبارک اور حج کے ایام میں پوری دنیا سے ضيوف الرحمن آتے تو شدید دھوپ میں عبادت مشکل ہو جاتی تھی۔ ۱۴۲۷ھ ہجری میں شاہ عبداللہ مدینہ طیبہ گئے تو انہوں نے مسجد کے تینوں اطراف میں برقی سائبان لگانے کا حکم دیا۔ چند ماہ قبل راقم الحروف کو مدینہ طیبہ جانے کا موقع ملا تو اس وقت یہ برقی سائبان کام کر رہے تھے۔ ان کی تنصیب کا مرحلہ مکمل ہو چکا ہے۔ ان سائبانوں کے نیچے دو لاکھ نمازیوں کی گنجائش ہے۔ بلاشبہ یہ شاہ عبداللہ کا بڑا عظیم کارنامہ ہے جو یقیناً ان کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

گزشتہ کئی سالوں سے حرم مکی کی توسیع کا کام جاری ہے۔ مروہ کی طرف حدنگاہ تک عمارتوں کو خرید کر انہیں حرم میں شامل کرنے کا منصوبہ جاری و ساری ہے۔ جبل عمر کا منصوبہ ایک تاریخی منصوبہ ہے۔ یہاں بھی دن رات کام جاری ہے۔ سعودی عرب کی بڑی بڑی کمپنیاں توسیع حرم میں اپنا حصہ ڈال رہی ہیں۔ شاہ عبداللہ کی عمیق نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ دنیا بھر میں اسلام پھیلتا جا رہا ہے۔ مسلمانوں میں اسلامی اقدار کی پاسداری بڑھتی جا رہی ہے۔ ان کی اقتصادی حالت پہلے سے کہیں بہتر ہے۔ حج بیت اللہ ان پر فرض ہونے کی وجہ سے بہت بڑی اکثریت حج اور عمرہ کی خواہاں ہے، چنانچہ شاہ کی ہدایت پر مکہ مکرمہ میں کئی ایک ماسٹر پلانز پر کام ہو رہا ہے۔

حجاج کرام اور معتمرین کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس میں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ جدہ سے مکہ مکرمہ اور پھر مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ قریباً ہر حاجی کو جانا ہوتا ہے۔ بعض اوقات جدہ سے مکہ پہنچنے میں کئی گھنٹے لگ جاتے ہیں اور مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تک آنے جانے میں بعض اوقات پورا دن صرف ہو جاتا ہے۔ شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی

طرح معتمرین کی تعداد میں 3.14 فیصد سالانہ اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت بھی سالانہ کئی ملین حجاج اور معتمرین سعودی عرب آرہے ہیں۔ اگلے پچیس برسوں میں ان کی تعداد دوگنا ہونے کی توقع ہے۔ راقم الحروف کا تجزیہ ہے کہ یورپی ممالک میں بسنے والے تمام مسلمانوں پر حج فرض ہے کیوں کہ وہاں رہتے ہوئے سفر کے اخراجات کا مہیا کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ سعودی عرب امن کا گہوارہ ہے۔ حجاج اور معتمرین کی سلامتی سعودی حکومت کی اولین ترجیح ہے۔ حاجیوں کو لوٹنے والی باتیں قصہ پارینہ ہیں، اس لیے آئندہ برسوں میں یورپ اور امریکہ سے بے شمار لوگ حج اور عمرہ کرنے آئیں گے۔ حرمین ٹرین کا منصوبہ بلاشبہ تاریخی منصوبہ ہے اور خادم الحرمين الشريفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کا نام صدیوں تک یاد رکھا جائے گا کہ ان کے عہد میں یہ عظیم الشان منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچے۔ مکہ مکرمہ سے منیٰ اور عرفات تک ٹشل ٹرین کا منصوبہ آخری مراحل میں ہے۔

حرمین ٹرین کا منصوبہ کوئی معمولی کام نہیں۔ جس جس جگہ سے اس ٹرین کو گزرنا ہے وہاں کتنی ہی رہائشی اور تجارتی عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ ان جگہوں کو خریدنا، اور ان کے مکینوں کو متبادل جگہ مہیا کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ ایک اخباری سروے کے مطابق صرف مکہ مکرمہ میں ۶۰۰ کے قریب ایسی عمارتیں یا گھر ہیں جن کو ہموار کر کے وہاں سے ریلوے لائن گزاری جائے گی۔ اس منصوبے پر کئی بلین ریال لاگت آئے گی۔ سعودی حکومت اس منصوبے کی تکمیل کے لیے ہر قسم کی سہولتیں مہیا کیے ہوئے ہے اور بہت جلد اس عظیم منصوبے کی تکمیل کی خوشخبری دنیا کو ملے گی۔

خادم الحرمين الشريفین شاہ عبداللہ کی قیادت میں گزشتہ پانچ سالوں میں بہت سے ترقیاتی کام ہوئے ہیں۔ سعودی عرب اس دوران ورلڈ ٹریڈ ایگنائزیشن (W.T.O) کا ممبر بنا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان شاہ عبداللہ کی درازی عمر اور تندرستی کی دعا کرتے ہیں۔



کا اعلان کر دیا ہے۔ اس عظیم منصوبہ کو دو بڑے مرحلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حرمین ٹرین بجلی کی طاقت سے چلی گی جس کے لیے بجلی کے کھمبوں کی تنصیب اور ٹیلی فون لائنوں کے بچھانے کا کام بھی جاری ہے جو اپریل ۲۰۱۲ء میں ختم ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ پٹری بچھانے کا کام بھی تیزی سے جاری ہے۔ منصوبہ کے مطابق ۲۰۱۲ء میں دوسرا مرحلہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد چھ ماہ تک آزمائشی طور پر ٹرین چلائی جائے گی اور اس کے بعد یقیناً انتظار کی گھڑیاں ختم ہو جائیں گی اور حجاج کرام بڑے امن و سکون سے جدہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کا سفر کر سکیں گے۔

ہانگ کانگ ایئر پورٹ پر مسافر ٹرمینل سے امیگریشن اور کسٹم تک جانے کے لیے ٹشل ٹرین چلتی ہے۔ عموماً مسافر جلدی میں ہوتے ہیں۔ وہ جب ایلویوٹر سے نیچے اترتے ہیں تو سامنے ٹرین نظر آتی ہے۔ ادھر ایک بڑا بورڈ بھی نصب ہے جس پر انگلش میں درج ہے کہ اطمینان رکھیے ٹرین ہر دو منٹ کے بعد چلتی ہے۔ اس سے مسافروں کو بڑا اطمینان ملتا ہے۔

سعودی عرب میں بھی حرمین ٹرین کے منصوبے پر عمل درآمد کے لیے رمضان اور حج کے ایام میں مقامات مقدسہ جانے والوں کا اژدہام ہوتا ہے، کتنی ہی کمیٹیاں بنی ہیں اور کتنے تھنک ٹینک ہیں جو حجاج اور معتمرین کے لیے سہولتیں پیدا کرنے اور مشکلات کم کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ جیسے جیسے مسافروں کی تعداد بڑھتی جائے گی، حرمین ٹرین کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ جدہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہر آدھ گھنٹہ کے بعد ٹرین چلے گی؛ جب کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہر دو گھنٹے بعد حرمین ٹرین روانہ ہوگی۔ اسی طرح حج و عمرہ سیزن کے علاوہ عام دنوں میں بدھ، جمعرات اور جمعہ کو اضافی ٹرین چلا کرے گی۔ حج کے ایام میں حرمین ٹرین چوبیس گھنٹے چلا کرے گی۔ مستقبل میں جدہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہر دس منٹ کے بعد اور مدینہ طیبہ کے لیے جدہ سے ہر گھنٹے بعد حرمین ٹرین روانہ ہوگی۔

حجاج کرام کی تعداد میں سالانہ 1.14 فیصد اضافہ ہوتا ہے۔ اسی

## بونے

پچھڑتے لمحے، لرزتے لبوں پہ راز کی بات  
عذابِ روحِ بنی شامِ جانگداز کی بات  
بڑھی علاج سے زخمِ انا کی اور جلن  
کہ تلخ تر تھی دوا سے بھی چارہ ساز کی بات  
مرے وقارِ نسب کا یہی تقاضا ہے  
گروں نشیب میں پھر بھی کروں فراز کی بات  
دھڑکتے دل کی صدائیں سرِ بساطِ طرب  
سُنے گا کون یہ مدہم سُروں کے ساز کی بات  
بیانِ دوست میں پہنچا ہوں میں کہاں سے کہاں  
بڑھی ہے حدِ حقیقت سے بھی مجاز کی بات  
یہ کوئے زر ہے کہ اہلِ غنا کا مقتل  
رُخِ گدا پہ بھی لکھی ہے حرص و آرز کی بات  
مرے نگر کے یہ بونے بھی خوب ہیں راسخ  
سبھی کے لب پہ ہے اپنے قدِ دراز کی بات

[راسخِ عرفانی]